عمران سیریز　106　ابنِ صفی

دوسرا رُخ



عمران سیریز نمبر 106

دوسرا رخ

(دوسرا حصہ)

پیش رس

موت کی آہٹ کے بعد دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے۔ اس کتاب میں کہانی نے دوسرا رخ اختیار کیا ہے اور یہی اُس تصویر کا بھی دوسرا رخ ہے جو شیمران کی حویلی سے برآمد ہوئی تھی۔

یہ تو ہوا زیر نظر کتاب کی کہانی سے متعلق اور اب کتاب کے لیٹ ہونے کا ماجرا سنئے کاغذ نایاب ہو رہا ہے۔ قیمتیں پہلے آسمان سے تو گزر چکی ہیں۔ اس پر بھی کاغذ دیتے ہیں تو کیش میمو نہیں دیتے۔ کیوں دینے لگے۔ جو چیز اصل قیمت سے تین چار گنی قیمت پر فروخت کی جائے گی اُس کا کیش میمو کیونکر دیا جاسکتا ہے.... کیش میمو نہ ہونے کی صورت میں انکم ٹیکس والے اُس کھاتے کو تسلیم نہیں کرتے۔ پھر کیا صورت ہو.... کوئی بتائیے۔ (میری سمجھ میں تو نہیں آرہا۔ کیونکہ بحالت صوم ہوں۔ یعنی روزہ رکھ چھوڑا ہے اور تمباکوئے خوردنی کی مفارقت نے آئی گئی عقل خبط کر رکھی ہے)۔

ہاں تو جناب اس وقت جب میں یہ سطورِ سپرد قلم کر رہا ہوں اطلاع ملی ہے کہ کاغذ کے کچھ جہاز گودی میں کھڑے ہیں لیکن انہیں گندم کے جہازوں کی وجہ سے برتھ نہیں مل رہی.... لہٰذا جب برتھ ملے گی اور کاغذ اتر کر بازار میں آئے گا اُس وقت کتاب بھی چھپ جائے گی۔ میری کتاب گندم سے زیادہ ضروری نہیں ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے باہر سے وافر مقدار میں کاغذ آجانے کے باوجود بھی مارکیٹ کی کیا حالت رہتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے لکھنا پڑتا ہے کہ بعض پڑھنے والوں کو یہ تین سو پیسے بے حد گراں گزرتے ہیں۔ حالانکہ اتنی کم قیمت میں اتنے ہی صفحات والی کوئی اور کتاب آپ پیش نہیں کر سکیں

گے.... لہٰذا اگر جہازوں کی تشریف آوری کے باوجود بھی کاغذ کی قیمتیں کم نہ ہوئیں تو لازمی طور پر یہ تین سو پیسے مزید کمک حاصل کرنا چاہیں گے۔ تبھی بات آگے بڑھے گی ورنہ میرے ہم پیشہ لوگ یا تو اپنی شان میں "قصیدے" سنیں گے یا اور کوئی پیشہ اختیار کرلیں گے۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ آیا ہوا سارا کاغذ "اندر" ہو جائے اور مڈل مین اُس کے سودے کرتا پھرے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں قیمتیں تو گرنے سے رہیں۔ غضب خدا کا پچپن روپے کچھ پیسے فی ریم والا کاغذ پچھتر روپے فی ریم کے حساب سے بھی نہیں مل رہا۔ مڈل مین آکر چپکے سے کان میں کہتا ہے۔ "اٹھہتر روپے میں کہو تو دلوادیا جائے اور کیش میمو نہیں ملے گا۔"

بہر حال میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کتاب کب تک مارکیٹ میں آسکے گی۔ ایک صاحب کے خط کا تذکرہ بھی ہو جائے۔ لمبا چوڑا رونا رونے کے بعد رقم طراز ہیں کہ "اب میں نے سیاست سے توبہ کرکے پولٹری فارمنگ شروع کردی ہے۔" بہت اچھا کیا ہے آپ نے کیونکہ سیاست انڈے بچے نہیں دیتی۔ صرف "زندہ باد" سنواتی ہے اور بعد میں "مردہ باد" کرادیتی ہے۔ اَب آپ مرغیوں کی حیات آفریں کڑکڑاہٹ سنیں گے اور مرغوں کی مستی بھری ککڑوں کوں آپ کو نئے جہانوں کی سیر کرائے گی۔ اُس پر سے انڈے مفت۔ روزانہ ایک چوزے کے آب جوش سے اپنی جان بنائیے۔ کہ جان ہے تو جہان ہے۔ فرصت کے اوقات میں بیٹھے سوچا کیجئے کہ پہلے انڈا پیدا ہوا تھا یا مرغی۔ اس سے آپ کو اپنی مناسب ذہنی تربیت کرنے میں بھی مدد ملے گی.... خدا مبارک کرے آمین.... اور آخر میں ککڑوں کوں!

ابنِ صفی

۲۸/ اگست ۱۹۷۸ء



عمران کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ گاڑی سے اُترنے کے بعد اس پر کیا گزرے گی۔ ہیڈ لائٹس بجھائے اور پارکنگ لاٹ اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔ انجن بند کر کے وہ ہلکے سروں میں سیٹی بجاتا ہوا گاڑی سے اُترا اور دروازے کو مقفل کر ہی رہا تھا کہ دونوں پہلوؤں میں دو سخت سی چیزیں چبھنے لگیں۔

"خاموشی سے پیچھے ہٹو...!" کسی نے سرگوشی کی "اور بائیں جانب مڑ کر چلنا شروع کردو۔!"

عمران نے طویل سانس لی اور سیدھا کھڑا ہو کر پیچھے ہٹنے لگا۔ دونوں پستول بدستور اُس کے پہلوؤں سے لگے رہے۔

"بائیں مڑو...!" دائیں پہلو پر دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا گیا اور عمران نے خاموشی سے تعمیل کی۔

گرینڈ ہوٹل کی کھڑکیوں سے پھوٹنے والی روشنی کی رسائی اس حصے تک نہیں ہوتی تھی۔ ورنہ وہ کم از کم کنکھیوں ہی سے ان آسیبوں کی شکلیں دیکھنے کی کوشش ضرور کرتا۔

زیادہ دور نہیں چلنا پڑا تھا۔ پارکنگ لاٹ ہی کی ایک گاڑی تک وہ اُسے دھکیل کر لے گئے تھے۔ پھر کسی تیسرے نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور عمران سے اندر بیٹھنے کو کہا گیا اس مرحلے پر بھی اُسے کچھ کر گزرنے کی صورت نظر نہ آئی مجبوراً وہی کرنا پڑا جس کے لئے کہا گیا تھا۔

گاڑی حرکت میں آگئی اور عمران اسی طرح لاتعلقی سے بیٹھا رہا جیسے وہ آدمی نہ ہو بلکہ انہوں نے کوئی بنڈل اٹھا کر پچھلی سیٹ پر رکھ دیا ہو۔

آخر تھوڑی دیر بعد اُن میں سے ایک اکتا کر بولا۔ "کیا تمہیں علم ہے کہ کہاں لے جائے جارہے ہو؟"

"شائد پروگرام میں کوئی تبدیلی ہوگئی ہے۔!" عمران نے بے حد خوش دلی کا مظاہرہ کرتے

ہوئے کہا۔

"کیا مطلب..... ؟"

"جس لڑکی نے مجھے گرینڈ میں مدعو کیا تھا شائد اب اُس کے والد صاحب کے ساتھ رات کا کھانا زہر مار کرنا پڑے گا۔!"

دونوں نے قہقہے لگائے اور عمران بھی اُن کی اس مسرت میں شریک ہو گیا۔

"تم کیوں ہنس رہے ہو.....!" ان میں سے ایک سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔

"ہنسنے والوں کے ساتھ ہنسنا اور رونے والوں کا ساتھ دینا۔ یہی ہے میری زندگی اور اس کے علاوہ رکھا ہی کیا ہے زندگی میں۔!"

"اچھا خاموش بیٹھو.....!" دوسرا اکڑ کر بولا۔

"میں تو خاموش ہی تھا۔ دوستو..... چھیڑ چھاڑ تم نے کی تھی۔!"

"بس ختم.....!"

عمران مسکرا کر رہ گیا۔ گاڑی ایک سنسان سڑک پر بہت احتیاط سے چلائی جا رہی تھی کیونکہ سڑک خطرناک بھی تھی کہیں کہیں تو اتنی تنگ تھی کہ دوسری طرف سے آنے والی کسی گاڑی کو راستہ نہ مل سکتا۔ بائیں جانب گہری کھائیاں تھیں اور دائیں جانب اونچی اونچی چٹانیں۔

شیمران کا قصہ ختم ہوتے ہی عمران کو سردار گڈھ سے واپس چلے جانا چاہئے تھا۔ لیکن وہ ابھی تک وہیں مقیم تھا اور اس وقت میریا کی دعوت پر گرینڈ ہوٹل پہنچا تھا کہ اس وقوعے سے دوچار ہونا پڑا۔

میریا اس کی بے حد شکر گزار تھی۔ بیٹھے بٹھائے مفت میں اتنی بڑی جائیداد ہاتھ آئی تھی۔ ایک وقیع بینک بیلنس کی مالک بنی تھی۔ اُسے کسی طرح یقین ہی نہیں آتا تھا کہ اس کی تقدیر اس طرح اچانک پلٹ گئی ہے۔

وصیت نامہ ہاتھ آتے ہی شیمران کو یاد کر کے بہت روئی تھی..... اور عمران اُسے تسلیاں دیتا رہا تھا۔ بہرحال اُسی کی کوششوں کی بناء پر کسی دشواری کے بغیر قانونی کاغذی کارروائیاں بھی تکمیل پائی تھیں۔ میریا نے تینوں باڈی گارڈز کی ملازمت بھی برقرار رکھی تھی اور اب انہیں مویشیوں کے اُس بہت بڑے فارم کی دیکھ بھال پر لگا دیا تھا جو شیمران نے اُس کے لئے چھوڑا تھا۔

اس کے خاندان کے دوسرے افراد بھی اب شیمران ہی کی کوٹھی میں منتقل ہو گئے تھے۔

آخر میں اُس نے عمران سے کہا تھا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی کیا خدمت کروں

مسٹر عمران۔!"

"کسی ڈبے میں بند کر کے ایسی جگہ رکھ دو جہاں مادام شیمر اس کی پہنچ نہ ہو سکے....؟" عمران نے جواب دیا تھا۔

وہ ہنس پڑی تھی اور پھر سنجیدہ ہو کر بولی تھی۔ "میرا خیال ہے کہ وہ آپ کو بہت چاہتی ہیں۔!" بہر حال اس وقت یہ دعوت مہنگی پڑی تھی۔ عمران خاموش بیٹھا رہا۔ وہ دونوں بھی خاموش تھے۔ گاڑی تاریکی کا سینہ چیرتی کسی نامعلوم منزل کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے پوچھا۔ "اب رات کے کھانے کی کیا رہے گی۔!"

"دھماکے والی غذا کے منتظر رہو۔!" بائیں جانب والا ہنس کر بولا اور اُس کے ریوالور کی نال کچھ اور سختی سے عمران کے پہلو پر چبھنے لگی۔

"یار کہیں ہم سے غلطی تو نہیں ہوئی۔!" دائیں جانب والا بولا۔

"کیسی غلطی....!"

"مجھے تو یہ آدمی پاگل معلوم ہوتا ہے۔!"

"تمہارا نام علی عمران ہی ہے نا....!" بائیں جانب والے نے سوال کیا۔

"بالکل ہے....!"

"خان داور کو تم ہی نے مارا تھا....؟"

"ہرگز نہیں، دشمنوں نے اڑائی ہے۔!"

"کن دشمنوں نے....؟"

"یہ بہت مشکل سوال ہے۔ ایسے لوگ بھی میرے دشمن ہو جاتے ہیں جن کی شکلیں بھی کبھی نہیں دیکھیں۔!"

"یہ کیا بات ہوئی۔!"

"اپنے دلوں سے پوچھو.... کیا میں تمہیں جانتا ہوں ارے میاں میری شکل ہی ایسی ہے کہ دوسرے دیکھ دیکھ کر خواہ مخواہ سلگتے رہتے ہیں۔ پڑوس میں ایک لڑکی رہتی ہے ایک دن اپنی سہیلی سے کہنے لگی جی چاہتا ہے عمران کی تھوتھنی مسل کر رکھ دوں اور مجھے بھی بعض تھوتھنیاں ایسی ہی زہر لگتی ہیں۔!"

"اچھا بس اب خاموش رہو....!" بائیں جانب والا ڈپٹ کر بولا۔

"اے عجیب لوگ ہو تم بھی۔ کبھی پیار محبت سے بات کرتے ہو کبھی پھاڑ کھانے دوڑتے ہو۔!"

"ہم ایسے ہی ہیں تم چپ بیٹھو.....!"

"بلکہ چپ کر جاؤں خواہ اردو کی ایسی کی تیسی ہی کیوں نہ ہو جائے۔!"

"یہ واقعی پاگل معلوم ہوتا ہے۔!" دائیں جانب والے نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"تم ہی خاموش کیوں نہیں رہتے۔!" ساتھی بولا۔

"شاباش یہ ہوئی اردو.....ورنہ تم یہ کہتے کہ تم ہی کیوں نہیں چپ کر جاتے۔!" عمران پُر مسرت لہجے میں بولا۔

"ہمیں اردو نہیں پڑھاؤ.....!" بائیں جانب والا غرایا۔

"پڑھ لو..... بروز قیامت کام آئے گی۔ دنیا میں تو انگریزی سے بھی کام چل جاتا ہے۔!"

"تم عجیب آدمی معلوم ہوتے ہو۔!" دائیں جانب والے نے کہا۔ "اتنی دیر سے ادھر اُدھر کی بکواس کئے جارہے ہو لیکن ایک بار بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اس طرح کہاں لے جارہے ہو.....؟"

"میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ خود سے کہیں بھی نہیں جاتا۔ ملاقات کے خواہشمند اسی طرح پکڑوابلاتے ہیں۔!"

"تم کیوں فضول باتیں کر رہے ہو.....؟" بائیں جانب والے نے اپنے ساتھی کو للکارا۔

"ٹھیک ہے..... ہمیں خاموش رہنا چاہئے۔!"

"شاباش.....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "سعادت مند بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔!"

"تم بھی خاموش رہو۔!"

"بہت بہتر جناب عالی۔!" عمران نے کہا اور طویل سانس لے کر سوچنے لگا۔ کہیں یہ خان داور ہی والا قصہ نہ ہو۔ ممکن ہے اُس کے حواری یہی سمجھتے ہوں کہ وہ اُسی کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا تھا۔ لیکن اگر وہ انتقام ہی لینا چاہتے ہیں تو اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔ وہیں پارکنگ پلاٹ پر ہی گولی ماردی ہوتی۔ وہ قطعی بے خبر تھا۔ نہیں یہ اور کوئی چکر معلوم ہوتا ہے۔ مگر ان دونوں نے ابھی خان داور کا ذکر کیوں چھیڑا تھا۔ دفعتاً گاڑی رک گئی۔ بائیں جانب والے نے دروازہ کھول کر پھرتی سے اترتے ہوئے کہا۔ "تم بھی اُترو..... خبردار پستول کی زد پر ہو۔!"

"مجھے علم ہے کہ بُری طرح زد پر ہوں..... بار بار یاد نہ دلاؤ۔ ویسے بھی میں اس سفر کا مقصد

معلوم کئے بغیر فرار ہونے کی کوشش نہیں کروں گا۔!"

انہوں نے اُسے گاڑی سے اُتارا اور تیسرا آدمی جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا ٹارچ روشن کر کے ان کے آگے چلنے لگا۔ عمران کے دونوں پہلوؤں سے اب بھی پستول لگے ہوئے تھے اور وہ دفعتاً کچھ کر گزرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ کیونکہ ایسی کوئی حرکت خودکشی ہی کے مترادف ہوتی۔ راستہ ہموار تھا۔ پتہ نہیں وہ اُسے کہاں لے جا رہے تھے۔ اس ویرانے میں کسی عمارت کی موجودگی محال تھی۔ آخر یہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ بے خیالی کے عالم میں ان کے ہتھے چڑھا تھا اور بے بسی سے یہاں تک چلا آیا تھا۔ اگر اُنہیں اس کی جامہ تلاشی لینے کا خیال آ گیا تو وہ نہتا بھی ہو جائے گا۔ لہٰذا قبل اس کے کہ اُنہیں عقل آ جائے اُسے کوئی تدبیر کر لینی چاہئے۔ بس پھر ساری احتیاطوں کو بالائے طاق رکھ کر وہ لڑکھڑایا اور کہنیوں کے بل گر پڑا۔ پھر وہ دونوں سنبھلنے بھی نہیں پائے تھے کہ انہیں دو بھرپور لاتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

"کیا ہوا.... کیا ہوا....!" کہتا ہوا تیسرا آدمی پلٹ پڑا جس کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔

عمران کا ریوالور ہپ پاکٹ سے نکل آیا تھا۔ سناٹے میں ایک فائر گونجا اور ٹارچ اُس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑی اور اس کے بعد تو اندھا دھند فائروں سے سناٹے کا سینہ چھلنی ہو کر رہ گیا تھا۔ شائد وہ دونوں اپنے ریوالور خالی کر دینے پر تل گئے تھے۔ لیکن کس پر....؟ عمران تو اتنی دیر میں اُن سے خاصے فاصلے پر ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں پناہ لے چکا تھا اور اُسے وہ ٹارچ یہاں سے صاف نظر آ رہی تھی جو تیسرے آدمی کے ہاتھ سے گری تھی۔ اب بھی روشنی تھی لیکن اُس کا رخ عمران کی طرف نہیں تھا۔

اپنے ریوالور خالی کر دینے کے بعد شائد وہ انہیں دوبارہ لوڈ کر رہے تھے لیکن جہاں بھی تھے وہاں سے جنبش نہیں کرنا چاہتے تھے۔ عمران کے ریوالور سے صرف ایک ہی فائر ہوا تھا اور وہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ٹارچ والا صرف زخمی ہوا تھا یا ہمیشہ کی نیند سو گیا تھا۔

عجیب سا سناٹا فضا میں طاری تھا اور کچھ فاصلے پر پڑی ہوئی وہ روشن ٹارچ عجیب تر لگ رہی تھی۔ عمران نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور ایک پیس منہ میں رکھ کر اُسے اس طرح کچلنے لگا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور وہ ساری زندگی اُسی پتھر کی اوٹ میں بیٹھے رہ کر گزار سکتا ہے۔ لیکن یہ دلجمعی کی کیفیت دیرپا ثابت نہ ہو سکی۔ دوسرے ہی لمحے میں خیال آیا کہ کہیں آس پاس ہی وہ لوگ بھی نہ موجود ہوں جن کے لئے اُسے یہاں لایا گیا تھا۔ بس پھر وہ وہاں سے کھسکنے ہی والا تھا کہ تیز قسم کی

روشنی میں نہا گیا اور بالکل مشینی انداز میں اُس کا ریوالور والا ہاتھ پتھر کے نیچے رینگ گیا۔

دوسرے ہی لمحے میں کسی کی للکار سنائی دی۔ "تم نشانے پر ہو.... اپنی گن زمین پر ڈال کر ہاتھ اٹھا دو....!"

عمران دونوں ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا۔ "میرے پاس گن نہیں ہے۔!"

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔!"

"سیدھا کھڑا ہو گیا۔!" عمران نے اٹھتے ہوئے للکارنے والے کی نقل اُتاری۔

روشنی اب بھی اُسی پر پڑ رہی تھی۔

"آگے بڑھو....!" حکم ملا۔

وہ چلنے لگا اور روشنی اُس کے ساتھ ساتھ حرکت کرتی رہی۔ پھر وہ دونوں بھی دکھائی دیئے جو اُسے یہاں تک لائے تھے اور تیسرا قریب ہی اوندھا پڑا نظر آیا۔

بہر حال اُسے جلدی سے ایک چھوٹی سی چوبی عمارت کے قریب پہنچا دیا گیا۔ جو اونچی اونچی چٹانوں سے گھری ہوئی تھی۔

"اندر چلو....!" عقب سے کسی نے درشت لہجے میں کہا۔ "یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔!"

"کیا اچھا نہیں کیا....؟" عمران نے مڑے بغیر پوچھا۔

"یہ ایک پُر امن مشن تھا لیکن تم نے ہمارے ایک آدمی کو زخمی کر دیا۔"

"گھاس تو نہیں کھا گئے۔ میں نے کیسے زخمی کر دیا۔ میرے پاس کیا تھا۔ اندھیرے میں ٹھوکر کھا کر گرا اور تمہارے آدمیوں نے فائرنگ شروع کر دی۔!"

"یہ جھوٹ بول رہا ہے۔!" دوسری آواز آئی۔ "اس نے لاتیں بھی چلائی تھیں۔!"

"جلدی سے اٹھ بیٹھنے کو اگر تم لاتیں چلانا سمجھتے ہو تو سمجھا کرو... میرا کیا جاتا ہے۔!" عمران نے کہا۔

"چلو.... اندر چلو....!"

وہ بدستور ہاتھ اٹھائے ہوئے عمارت میں داخل ہوا اور اس طرح دیدے نچانے لگا جیسے تیز قسم کی روشنی بصارت پر اثر انداز ہوئی ہو۔

"خدا کی پناہ.... تو تم بھی۔!" ایک جانی پہچانی سی نسوانی آواز سماعت سے ٹکرائی اور عمران جہاں تھا وہیں رک گیا۔

بائیں جانب مڑ کر دیکھا۔ میریا چند قدم کے فاصلے پر کھڑی نظر آئی۔ کمرے میں اُس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"بہت خوب....!" عمران ہنس کر بولا۔ "اس مذاق کی کیا ضرورت تھی۔ واہ بھئی بلایا تھا گریڈ میں اور میز پر کھانا یہاں لگایا جا رہا ہے۔!"

"میں کچھ نہیں جانتی.... یہ لوگ مجھے ریوالور دکھا کر یہاں لے آئے ہیں۔!"

"کیسا تھا....؟"

"کیا....؟" وہ متحیرانہ لہجے میں بولی۔

"ریوالور....؟"

"بے تکی نہ ہانکو....!" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ "آخر یہ سب کیا ہے۔!"

"بیٹھ جائیے مسٹر عمران....اور آپ بھی تشریف رکھئے محترمہ....!" کسی نے کہا اور وہ آواز کی سمت متوجہ ہو گئے۔

دائیں جانب والے دروازے میں ایک باریش سفید فام آدمی کھڑا نظر آیا۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہو گی۔ گٹھیلے جسم والا اور دراز قد تھا۔ بڑی نکھری ستھری اردو میں انہیں مخاطب کیا تھا۔ عمران نے پھر الوؤں کی طرح دیدے نچائے۔!

"میں نے عرض کیا تھا کہ تشریف رکھئے....!" اس نے پھر کہا۔

"آپ کی تعریف....!" عمران نے میریا سے پوچھا۔

"میں کیا جانوں....!"

"جی ہاں! وہ نہیں جانتیں.... آپ لوگ براہِ کرم تشریف رکھئے۔ یہ ایک ایسا ہی معاملہ ہے کہ ہمیں یہ ناشائستہ حرکت کرنی پڑی۔!"

"اچھا.... اچھا....!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "خیر کوئی بات نہیں۔ آپ کہتے ہیں تو ہم بیٹھے جاتے ہیں۔!" پھر اُس نے میریا کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

میریا حیرت سے کبھی نووارد کو دیکھتی تھی اور کبھی عمران کو....

نووارد سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "میرا نام وہائٹ مشروم ہے۔!"

"جس کا اردو ترجمہ ہوا سفید کُکرمُتا....!" عمران چہک کر بولا۔

"مسٹر عمران سنجیدگی اختیار کیجئے۔!" اُس نے کسی قدر تلخی سے کہا۔

"میں بالکل سنجیدہ ہوں.... فرمایئے۔!"

"وہ تصویر کہاں ہے....؟"

"کون سی تصویر....؟"

"باؤل دے سوف.... وہ دراصل میری ملکیت تھی۔ پچھلے سال چوری ہو گئی تھی۔!"

"تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ موسیو شیمراں....!"

"میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "سوائے اس کے کہ وہ میری ملکیت تھی۔!"

"ہو سکتا ہے۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ "لیکن آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں....؟"

"میں نے پوچھا تھا کہ وہ تصویر اب کہاں ہے....؟"

"بھلا میں کیا بتا سکوں گا۔!"

"تصویر آپ نے تلاش کی تھی۔!"

"یقیناً یہ درست ہے۔!"

"تو پھر بتایئے کہ وہ تصویر اب کہاں ہے....؟"

"تصویر کے ساتھ ہی موسیو شیمراں کی ایک تحریر بھی تھی۔ جس کے مطابق وہ تصویر مجھے محکمہ خارجہ کے کسی ذمہ دار آفیسر کے حوالے کر دینی تھی۔!"

"تو پھر آپ نے وہ تصویر کس کے حوالے کی تھی....؟"

"کسی کے بھی حوالے نہیں کر سکا تھا۔ اچانک آئی ایس آئی والے نازل ہوئے تھے اور اُن دونوں قیدیوں سمیت تصویر کو میرے قبضے سے نکال لے گئے تھے۔!"

"آپ کی کیا حیثیت ہے....؟"

"ٹکے کا دو دو ہو رہا ہوں کیا آپ نہیں دیکھ رہے۔!"

"مسٹر عمران سنجیدگی۔!"

عمران نے مزید کچھ کہنے کی بجائے بُرا سا منہ بنایا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"محترمہ آپ بتایئے۔!" اُس نے میریا سے کہا۔

"میں کیا بتاؤں.... اُس تصویر کے بارے میں مجھے اُس وقت تک کچھ نہیں معلوم ہوا تھا جب تک وہ برآمد نہیں کر لی گئی تھی۔ میں موسیو شیمراں کی سیکریٹری تھی لیکن یقین کیجئے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ اُن سے کوئی راز بھی وابستہ ہے۔!"

"تصویر کون لے گیا....؟"

"ملٹری کے کچھ لوگ تھے۔ میں نے اُن کی وردیوں سے انہیں پہچانا تھا۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتی۔!"

"شیمراں نے خصوصیت سے آپ ہی کو اپنا وارث کیوں قرار دیا تھا....؟"

"میں نہیں جانتی جناب.... یہ سب کچھ میری توقعات کے خلاف ہوا ہے۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!"

"حالانکہ اُس کی اصل وارث روزاپالگریو تھی۔!"

"خود موسیو شیمراں نے اس کا تذکرہ کبھی نہیں کیا تھا۔!"

"بہر حال مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں مجھے تو اپنی تصویر چاہئے۔!"

"آپ نے چوری کی رپورٹ تو درج کرائی ہی ہو گی۔!" دفعتاً عمران نے اُس سے سوال کیا۔

"یہی تو دشواری ہے.... مسٹر عمران کہ میرے منیجر کی غفلت سے ایسا نہیں ہو سکا تھا ورنہ میں براہِ راست دعویٰ کرتا۔!"

"لیکن آپ نے جس انداز میں ہمیں بلوایا ہے قطعی پسند نہیں آیا۔!"

"مجبوری مسٹر عمران.... اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ ویسے آپ نے میرے ایک آدمی کو زخمی کر دیا ہے۔!"

"اُوہو.... آپ بھی یہی فرما رہے ہیں۔ میں قطعی غیر مسلح تھا۔ میں نے ہرگز اُس پر فائر نہیں کیا تھا۔ کیا آپ کے آدمی میری جامہ تلاشی لئے بغیر یہاں تک لائے ہوں گے۔!"

اُس نے اُن دونوں مسلح آدمیوں کی طرف دیکھا جو دروازے کے قریب کھڑے تھے اور اُن میں سے ایک ہکلایا۔ "یس سر.... ہم نے جج.... جامہ تلاشی لی تھی۔!"

"تو پھر اُس پر کس نے فائر کیا....؟"

"پپ پتا نہیں جناب! فائر کی آواز سن کر ہم نے بھی فائرنگ شروع کر دی تھی۔!"

"اوہ.... تو.... یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔ جاؤ دیکھو.... کون ہو سکتا ہے....؟" وہ پیر پٹخ کر دھاڑا اور وہ دونوں جلدی سے باہر نکل گئے۔

"میری تو عقل ہی چکرا کر رہ گئی ہے۔!" عمران دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کراہا۔

"اب ہم واپس کیسے جائیں گے....؟" میریا منمنائی۔

"فی الحال آپ دونوں میرے مہمان رہیں گے۔ واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!" سفید فام اجنبی نے کہا۔

"کب ہوگا.....؟" عمران نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔

"مسٹر عمران آپ مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔!"

"اتنے یقین کے ساتھ نہ کہئے۔!"

"تو کیا آپ واقعی بے وقوف بنا رہے ہیں۔!"

"اس سلسلے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کرسکا۔!"

"معاملات کو الجھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میری مرضی کے بغیر آپ یہاں سے نہیں جاسکیں گے۔!"

"خاصا پُر فضا مقام معلوم ہوتا ہے۔!" عمران انگڑائی لے کر بولا۔ "لیکن مسٹر مشروم ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"کون سی بات مسٹر عمران.....!"

"یہی کہ موسیو شیمران آپ کی تصویر چرا کر محکمہ خارجہ کے حوالے کیوں کرنا چاہتے تھے۔!"

"مجھے خود بھی اس پر حیرت ہے۔!" اجنبی نے کہا۔ "آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

"میں تو بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔!"

"شیمران سے آپ کا کیا تعلق تھا.....؟"

"تعلق.....!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اگر مجھے اس ہیر پھیر کا علم ہوتا تو کبھی اس پر رحم نہ کھاتا۔!"

"کس طرح ملاقات ہوئی تھی.....؟"

"بس ایک شام کلب میں مل بیٹھے تھے۔ اُس کی شکل پر چھائی ہوئی یتیمی نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اُس نے بتایا کہ وہ چند دنوں کا مہمان ہے اس لئے خوش رہنا چاہتا ہے۔ لہٰذا میں نے اُسے کئی لطیفے سنائے اور وہ بہت خوش ہوا۔ پھر اُس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اُس کا مہمان بن جاؤں۔ میں نے سوچا کہ یہ تو چوبیس گھنٹوں کی بوریت ہوگی۔ لہٰذا اُس کی یہ درخواست بڑی خوبصورتی سے رد کردی کہہ دیا کہ وقتاً فوقتاً اس سے ملتا رہوں گا۔ لیکن اُس کی کوٹھی میں قیام نہیں کرسکتا۔ بس اس طرح دوستی ہوگئی تھی۔ دراصل میں اس کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کرتا

تھا۔ اُسے باور کراتا تھا کہ موت کا ایک وقت معین ہے چاہے کینسر کی وجہ سے واقع ہو جائے چاہے بواسیر کی وجہ سے۔ اوہ.... خدا کی پناہ....!"

اچانک خاموش ہو کر وہ اجنبی کو حیرت سے دیکھنے لگا۔

"کیوں کیا بات ہے۔ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں۔!" اجنبی نے کہا۔

"مائی ڈیئر مسٹر مشروم آپ بواسیر کے مریض معلوم ہوتے ہیں۔!"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔!" وہ گڑبڑا کر بولا۔

"میں شرط لگانے کو تیار ہوں۔!"

"خواہ مخواہ....!"

"یقین کیجئے... مسٹر مشروم بسا اوقات مریض کو بھی پتا نہیں چلتا کہ وہ بواسیر میں مبتلا ہے۔!"

"اور آپ کو پتہ چل جاتا ہے۔!" اُس نے طنزیہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"بالکل.... بالکل.... یہ طب مشرق کے اسرار ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"طب مشرق کے مطابق بواسیر کی علامات سب سے پہلے چہرے پر ظاہر ہوتی ہیں۔ آپ کی دائیں طرف کی مونچھ بائیں طرف والی سے چھوٹی ہے۔!"

"نہیں....!" وہ اپنی مونچھیں ٹٹولتا ہوا بولا۔

"صرف دو ملی میٹر کا فرق ہے۔ یقین نہ آئے تو ناپ کر دیکھ لیجئے۔!"

"فضول بات....!"

"ناپ کر دیکھئے اگر میرا اندازہ غلط ثابت ہو تو گولی مار دیجئے گا۔!"

"میں واقعی گولی مار دوں گا۔!" وہ جھنجھلا کر بولا۔

"شوق سے.... جایئے ناپ لیجئے۔!"

"میرے پاس اسکیل نہیں ہے۔!"

"تاگے سے ناپ لیجئے۔ فرق تو ظاہر ہو جائے گا۔!"

"تم ان دونوں پر نظر رکھنا میں ابھی آیا۔!" اجنبی نے تیسرے مسلح آدمی سے کہا جو دروازے کے قریب کھڑا تھا۔

پھر وہ چلا گیا اور میریا حیرت سے عمران کو دیکھتی رہی لیکن وہ خود اس کی طرف متوجہ نہیں تھ

اس کے چہرے پر تشویش کے ایسے ہی آثار پائے جاتے تھے جیسے اجنبی کے "بواسیر غم" میں برابر کا شریک ہو۔

دفعتاً میری کھکھاری اور وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ تم نے کیا شروع کر دیا ہے....؟" وہ آہستہ سے بولی۔

"میں نے شروع کیا ہے....؟ بھلا اُس کی بواسیر سے میرا کیا تعلق....؟"

"یہ کہاں آ پھنسے ہیں۔!"

"تم ہی بتاؤ.... تم پہلے آئی تھیں لیکن آئیں کس طرح۔!"

"گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ فون کر کے ٹیکسی منگوائی اور ٹیکسی نے گرینڈ کی بجائے یہاں پہنچا دیا۔!"

"شاید اس کے مقدر میں بواسیر سے صحت یابی میرے ہی ہاتھوں ہونی لکھی ہوئی تھی۔!"

"پتا نہیں تم کیا کر رہے ہو....؟"

"پیٹ پالنے کے لئے کوئی نہ کوئی پیشہ تو اختیار کرنا ہی پڑے گا۔ تمہاری طرح مجھے کوئی بہت بڑی جائیداد تو نہیں مل گئی ہے۔!"

"یہاں پیشہ اختیار کرنے بیٹھے ہو۔!"

"اس سے پہلے کوئی ایسا مریض ملا ہی نہیں۔ پھر کیوں نہ موقع سے فائدہ اٹھاؤں بغیر آپریشن کے غائب۔!"

"گندی باتیں مت کرو....!"

"اوہ.... آئی ایم سوری۔!" اُس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اور اُس مسلح آدمی کو گھورنے لگی جو دروازے کے قریب کھڑا تھا۔ اسے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ دیسی ہی تھا۔

"نہیں.... تم ٹھیک ٹھاک ہو۔!" عمران سر ہلا کر سنجیدگی سے بولا۔

"کیا واقعی دہائٹ صاحب....!" وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔ کیونکہ اُس نے قدموں کی چاپ سن لی تھی۔

مخروم کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ عمران مستفسرانہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"میں نے کہیں یہ علامت نہیں سنی۔!"

"اوہ.... تو میرا اندازہ درست نکلا۔!"

"ہاں کسی قدر چھوٹی ہے۔ لیکن میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔!"

"نہ کیجئے.... لیکن جیسے ہی برسات کا موسم شروع ہوگا۔ آپ بیٹھنے کو ترس جائیں گے۔ علامت بادی بواسیر کی ہے۔ اتنا شدید درد اٹھتا ہے کہ آنکھیں نکل پڑتی ہیں۔!"

"بس بس.... میرا وقت برباد نہ کیجئے۔!"

"اچھا تو جو بتایئے وہ کروں....!"

"وہ تصویر آپ محکمہ خارجہ کے کس آفیسر کے حوالے کرتے....؟"

"وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری کے....!"

"لیکن اُسے آئی ایس آئی والے لے گئے۔!"

"اور میں نے وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری کو ان حالات سے آگاہ کر دیا۔!"

"میں نے آپ کے بارے میں خاصی معلومات فراہم کر لی ہیں۔!"

"ضرور کر لی ہوں گی۔!"

"میں یقین نہیں کر سکتا کہ آپ نے تصویر یونہی اُن لوگوں کے حوالے کر دی ہوگی۔!"

"بالکل مفت....! یقین کیجئے کہ انہوں نے کوئی معاوضہ مجھے ادا نہیں کیا۔!"

"میں معاوضے کی بات نہیں کر رہا۔!"

"پھر کیا کہنا چاہتے ہیں....؟"

"یہ ناممکن ہے کہ آپ نے اُس پینٹنگ کے کیمرہ فوٹو اُتارے بغیر اُن کے حوالے کر دی ہو۔"

"کیا وہ کسی محبوبہ دلنواز کی تصویر تھی کہ مجھ سے ایسی کوئی حرکت سرزد ہو جاتی۔ دودھ پلاتی ہوئی گدھی.... ہونہہ....!" عمران بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔!" دفعتاً اجنبی طیش میں آکر بولا۔

"تمیز سے مسٹر مشروم....!"

"ورنہ تم کیا کرو گے....؟"

"افسوس کہ ان خاتون کی موجودگی میں کچھ زیادہ نہیں کر سکوں گا۔!"

"جب تک وہ فوٹوگراف میرے حوالے نہیں کر دو گے تم دونوں کی رہائی یہاں سے ناممکن ہوگی"

"مائی ڈیئر مسٹر مشروم تم آخر ہو کیا چیز.... اور اس بے تکلفی کی وجہ کیا ہے۔ اگر وہ تمہاری ہی تھی تو تم فوٹوگراف لے کر کیا کرو گے۔!"

"میں دیکھوں گا کہ شیمراان نے اُس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی تو نہیں کردی تھی۔!"

"لیکن افسوس کہ مجھے اُس کا فوٹو گراف لینے کی سوجھی ہی نہیں تھی.... اور میں اب تک حیر ہوں کہ آخراس گدھی سے محکمہ خارجہ یا آئی ایس آئی کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے اور روزا پالگریو سے کیوں حاصل کرنا چاہتی تھی اور کیا اُسے حاصل کرنے کی کوشش کسی قسم کا جرم تھا کہ آئی ایس آئی والے اُسے دھر لے گئے....؟"

"کیا تم اتنے ہی بھولے ہو مسٹر عمران.... جتنا ظاہر کررہے ہو۔!"

"ان سے پوچھ لو کہ میں کتنا بھولا ہوں۔!" عمران میریا کی طرف اشارہ کرکے بولا۔

دفعتاً اجنبی نے چونک کر اپنے آدمی سے پوچھا۔ "وہ دونوں ابھی واپس نہیں آئے....؟"

"نہیں جناب....!"

"تم لوگوں نے آنکھیں کھلی نہیں رکھیں۔ شاید کوئی اور بھی ہے۔!" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"میں دیکھوں جناب....!"

"نہیں تم یہیں ٹھہر کر ان کی نگرانی کرو۔!" اُس نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔ عمران نگرانی کرنے والے کو آنکھ مار کر مسکرایا۔

"کوئی گڑبڑ خطرناک ثابت ہوگی جناب۔" وہ اپنی اسٹین گن کو جنبش دے کر بولا۔

"تمہارا صاحب اردو اچھی بول لیتا ہے۔ لیکن سچ مچ بواسیر کا مریض ہے۔!"

"مجھے کیا....؟" اُس نے شانے اچکائے۔

"کچھ کچھ پاگل بھی لگتا ہے۔!"

"براہِ کرم مجھ سے ایسی باتیں نہ کیجئے۔!"

"تم بھی اپنے صاحب ہی کی طرح بے حد شائستہ معلوم ہوتے ہو۔!"

"براہِ کرم خاموش رہئے۔!"

"میں تمہیں باتوں میں الجھا کر نکل بھاگنے کی تاک میں نہیں ہوں۔!"

وہ کچھ نہ بولا۔ میریا کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے اور کبھی کبھی وہ عمران کو غصیلی نظروں سے دیکھنے لگتی تھی۔ آخر کچھ دیر بعد بولی۔ "کیا یہیں رات گزارنے کا ارادہ ہے....؟"

"تم جانو....! دعوت تم نے دی تھی۔ اگر کوٹھی ہی میں انتظام کرلیا ہوتا تو اس دشواری میں کیوں پڑتے۔!"

"بس ہو گئی حماقت.... لیکن میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!"

"بے حد منحوس گدھی تھی۔!"

"آخر تھی کیا بلا....؟"

"یوروپین معلوم ہوتا ہے۔ روزا بھی یوروپین ہی تھی۔ آخر یورپ میں گدھیوں کو اس قدر عروج کیوں حاصل ہو رہا ہے....؟"

"اگر کوئی ڈھنگ کی بات نہیں کر سکتے تو خاموش رہو۔!"

"یہاں کھانے میں کیا مل سکے گا....؟" عمران نے مسلح آدمی سے پوچھا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔!"

"تب تو یہ بڑی عجیب بات ہے۔ کیا تم رات کا کھانا کھا چکے ہو....؟"

"میں کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔ براہِ کرم خاموش رہئے۔!"

"یہ کس قسم کی بندوق ہے۔!" میریا نے عمران سے پوچھا۔ اشارہ اسٹین گن کی طرف تھا۔

"ٹریگر دبتے ہی بیک وقت متعدد گولیاں نکلتی ہیں اور آدمی چھلنی ہو کر رہ جاتا ہے۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

مسلح آدمی اسٹین گن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ادھر عمران دیر سے فرش پر پڑے ہوئے ایک جھاڑن کو اپنے جوتے پر تول رہا تھا۔ اچانک اس نے جھاڑن مسلح آدمی کے منہ پر اچھال دیا۔ وہ اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہڑبڑا کر رہ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران نے چھلانگ لگائی۔ داہنا ہاتھ اسٹین گن پر پڑا بایاں پیٹ پر۔ اب اسٹین گن اس کے ہاتھ میں تھی اور مغلوب دروازے کے باہر جا پڑا۔

"گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے اندر آ جاؤ۔!" عمران آہستہ سے بولا۔

اس نے چپ چاپ تعمیل کی اور عمران نے کہا۔ "میں زیادہ دیر تک کہیں بھی نہیں رکتا۔ تمہارے لئے زیادہ بہتر یہی ہوگا کہ خود بے ہوش بن جاؤ ورنہ دوسری صورت میں مجھے تمہارے سر پر ضرب لگانی پڑے گی۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا کیونکہ تم بے حد شائستہ آدمی ہو۔!"

آدمی سمجھ دار تھا۔ فوراً ہی منہ کے بل فرش پر گر گیا اور ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

"تم کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو۔ نکلو باہر۔!" عمران نے میریا سے کہا جو قریب ہی کھڑی رہی تھی۔

انہوں نے کمرے سے نکل کر دروازہ بند کر دیا۔ نگرانی کرنے والے کو اسی میں عافیت نظر آئی تھی کہ عمران کے مشورے پر عمل کرتا۔

باہر اندھیرے اور سناٹے کا وہی عالم تھا۔ عمران نے میریا کا بازو پکڑ کر کہا۔ "ہوشیاری سے چلو کہیں ہاتھ منہ نہ توڑ بیٹھنا۔!"

"مم.... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔!"

"اُن کے پاس ایک بہت ہی طاقت ور سرچ لائٹ بھی ہے۔!"

"تم اور ڈرا رہے ہو۔!"

عمران اندازے سے اُس جگہ تک پہنچ گیا جہاں اُس نے ایک پتھر کے نیچے اپنا ریوالور چھپایا تھا۔ ریوالور حاصل کر لینے کے بعد وہ سوچنے لگا۔ کیا وہ گاڑی اب بھی وہیں پر موجود ہو گی۔ جس پر اسے یہاں تک لایا گیا تھا۔

پھر وہ اُس جانب بڑھ ہی رہے تھے کہ سرچ لائٹ فضا میں چکرانے لگی۔ عمران نے میریا کو زور سے کھینچا اور وہ گرتے گرتے بچی۔ دونوں جہاں تھے وہیں لیٹ گئے اور عمران نے کہنیوں کے بل ہو کر اسٹین گن کا رخ اُس طرف کر دیا جدھر سے سرچ لائٹ چھینکی جا رہی تھی۔

"اب کیا ہو گا۔!...!" میریا ہانپتی ہوئی بولی۔

"آرام سے واپسی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ چپ چاپ پڑی رہو۔!" عمران نے آہستہ سے کہا۔ وہ دونوں سرچ لائٹ کی زد پر نہیں تھے۔ روشنی کا دائرہ کئی بار اُن کے اوپر سے گزر گیا تھا۔

"بس یونہی دم سادھے پڑی رہو۔!" عمران پھر بولا۔

"خدا غارت کرے اُس تصویر کو۔ آخر اس میں کون سے ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔!"

"گدھوں اور گدھیوں کے عروج کا زمانہ ہے۔!" عمران بولا۔

"کہیں میں پاگل نہ ہو جاؤں۔!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہ بار برداری والی گدھی نہیں معلوم ہوتی۔!"

"تمہاری باتیں اور دماغ خراب کرتی ہیں۔!"

"بس اب اسی طرح لیٹے لیٹے ہی داہنی جانب مڑ کر رینگنا شروع کر دو۔!"

"یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔!"

"اٹھ کر چلو گی تو سرچ لائٹ کی زد میں آجاؤ گی۔!"

"خداوندا میں کیا کروں۔!" وہ منمنائی۔

"جو کہہ رہا ہوں اُس پر عمل کرو.... ورنہ میں تو مارا ہی جاؤں گا۔!"

"اب تو پچھتانا بھی بے کار ہے۔!"

"کس بات پر....؟"

"اسی پر کہ میں نے موسیو شیرا ان کی ملازمت اختیار کی تھی۔!"

"آدمی کی فطرت....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

"جو چاہو کہہ لو.... معمولی حالات میں اس وقت میں اپنے بستر پر ہوتی۔!"

"دولت مندی ویسے بھی کانٹوں کی سیج کہلاتی ہے۔!"

"بس ختم کرو.... میں نے رینگنا شروع کر دیا ہے۔!"

"شاباش.... اسی طرح آگے بڑھتی رہو۔!"

"بڑی دشواری سے وہ اُس مسطح جگہ تک پہنچ سکے تھے۔ جہاں سے گاڑی کا ہیولیٰ زیادہ دور نہیں تھا"

"وہ.... وہ کیا ہے....؟" میریا خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"وہی گاڑی جس پر مجھے لایا گیا تھا۔!"

"خدا کرے وہ کنجی اگنیشن سے نکالنا بھول گئے ہوں۔!" میریا بولی۔

"کنجی نہ ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ اگر ٹنکی خالی ہوئی تو وہ گدھی بہت آئے گی۔ جس کی وجہ سے ہم اس حال کو پہنچے ہیں۔!"

ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں رک کر عمران نے ایک کنکری اٹھا کر اچھالی تھی اور گاڑی چھت پر اس کے گرنے کی آواز آئی تھی.... اور پھر سناٹا چھا گیا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو....!" میریا آہستہ سے بولی۔

"کوئی آس پاس موجود ہوگا تو ادھر متوجہ ہو جائے گا۔!" عمران نے کہا اور اندھیرے آنکھیں پھاڑنے لگا۔ نزدیک و دور کسی قسم کی بھی حرکت محسوس نہ کر سکا۔

"اٹھو اور تیزی سے گاڑی تک پہنچنے کی کوشش کرو۔!" اس نے میریا کا شانہ پکڑ کر کہا۔

گاڑی میں بیٹھ جانے کے بعد وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "جلدی کرو کہیں کوئی نہ آجائے"

"اب مجھے گاڑی سے کون اتار سکے گا۔ خاموش بیٹھی رہو۔!" عمران نے کہا۔ "کنجی اگنیشن موجود ہے۔!"

دوسرے ہی لمحے میں انجن اسٹارٹ ہوا تھا اور گاڑی حرکت میں آگئی تھی۔

"اُس مردود نے موسیو شیمر ان پر چوری کا الزام لگایا تھا۔" میریا کچھ دیر بعد بولی۔

"وہ صرف معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔!"

"کیا سچ مچ تم نے اُس کے کیمرہ فوٹو لئے تھے....؟"

"اب تم بور کرو گی۔!"

"اوہ.... مجھے کیا.... کوئی اور بات کرو۔!"

"کیا بات کرنا ضروری ہے....؟"

"پتا نہیں.... کس قسم کے آدمی ہو....!"

"مجھے اپنے آدمی ہی ہونے پر شبہ ہے۔!"

"تم نے جب اُس کے منہ پر جھاڑن پھینکا تھا تو اسٹین گن چل جاتی تو کیا ہوتا....؟"

"ہماری لاشیں وہیں پڑی رہ گئی ہوتیں۔!"

"میں خواہ مخواہ ماری جاتی۔!"

"بہتر ہوگا کچھ دنوں کے لئے کہیں اور چلی جاؤ۔ اب تو یہ قصہ چل نکلا ہے۔!"

"آخر وہ کیسی تصویر ہے....؟"

"شاید تم جاسوسی ناول نہیں پڑھتیں۔!"

"مجھے دلچسپی نہیں....!"

"بس تو پھر گول ہو جاؤ۔!"

"کیا مطلب....!"

"یہ معاملات تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گے۔!"

"لیکن میرے لئے بھی تو خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اگر اس وقت تم نہ ہوتے تو میرا نہ جانے کیا حشر ہوتا۔!"

"میرے پہنچنے سے قبل کیا باتیں ہوئی تھیں۔!"

"کچھ بھی نہیں.... وہ میرے کسی سوال کا جواب ہی نہیں دیتے تھے.... اور وہ اردو داں انگریز تو تمہارے پہنچنے کے بعد ہی دکھائی دیا تھا۔!"

"ٹنکی میں پٹرول اتنا نہیں معلوم ہوتا کہ ہم شہر تک پہنچ سکیں۔!"

"پھر کیا ہوگا....؟"

"جہاں بھی گاڑی رکی وہاں سے پیدل....!"

"ہوسکتا ہے ڈگی میں فالتو پٹرول بھی موجود ہو۔!"

"دیکھا جائے گا.... اب تم اونگھنا شروع کردو۔!"

"کیا چھوڑ بھاگنے کا ارادہ ہے....؟"

"خیال بُرا نہیں ہے.... تمہاری وجہ سے رات کا کھانا بھی گیا۔!"

"مجھے افسوس ہے۔!"

"تمہارا افسوس میری آنتوں کے کسی کام نہیں آسکتا۔!"

"واقعی اب شرمندگی کی وجہ سے اونگھنا پڑے گا۔!" اُس نے کہا اور پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔



وزارتِ خارجہ کے سیکریٹری سر سلطان اپنی خواب گاہ میں بے خبر سو رہے تھے۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی اور بجتی ہی رہی۔ دیر سے سوئے تھے۔ اسلئے اٹھتے اٹھتے بھی گویا جگ بیت گئے۔ بڑی جھنجھلاہٹوں کے ساتھ ریسیور کریڈل سے اٹھایا۔

"گدھی کی لات کھانے والا۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا بکواس ہے.... کون ہے۔!" وہ سر جھٹک کر دھاڑے اور نیند کے سارے اثرات اُن کے ذہن سے کافور ہوگئے۔

"مجھ بے چارے کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے جناب عالی۔!"

اس بار انہوں نے عمران کی آواز پہچان لی اور دانت پیس کر رہ گئے۔

"کیا بجا ہے اس وقت۔!" وہ ماؤتھ پیس میں غرائے۔

"ساڑھے تین....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "سوا ڈھائی گھنٹے میں لائن کلیئر ملی ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ میں سردار گڈھ سے بول رہا ہوں۔!"

"کیا بات ہے....؟"

"تصویر کی کہانی ہمارے درمیان سے باہر کیسے گئی۔!"

"میں خود بھی متحیر ہوں۔ بات فارن پریس تک پہنچ گئی ہے۔ آج رات ایک غیر ملکی

اسٹیشن سے اُس سے متعلق ایک مذاکرہ بھی نشر ہوا تھا۔!"

"اور میرا شماترا نشر ہوتے ہوتے رہ گیا۔!"

"کیا بکواس ہے.... شماترا....!"

"یعنی شامت میگنی فائیڈ....!"

"سنو... میں سوتے سے اٹھا ہوں۔!" وہ بہت زور سے غرائے اور عمران اپنی بپتی دہرانے لگا۔

"تو تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو....؟" سر سلطان نے پوچھا۔

"فی الحال بھاگ کھڑا ہوا ہوں۔ صبح کو دیکھوں گا کہ کیا چکر تھا لیکن مجھے یقین ہے کہ اب وہ جگہ ویران ملے گی اور اُس عمارت کا مالک انسائیکلو پیڈیا میں بھی نہیں مل سکے گا۔!"

"تصویر کہاں ہے....؟"

"آپ کی ہدایت کے مطابق آئی ایس آئی والوں کے حوالے کر دی گئی تھی۔!"

"فارن پریس میں اُس کا پروپیگنڈا ہو جانے کے بعد ہم دشواری میں پڑ گئے ہیں۔!"

"کوئی اور چکر....؟" عمران نے سوال کیا۔

"مشرقی اور مغربی جرمنی کے سفارت خانوں کے نمائندے اس سلسلے میں تگ و دو کر رہے ہیں۔اُن میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ تصویر اُس کے حوالے کر دی جائے۔!"

"سچویشن....!"

"بہر حال بات جھگڑے کی ہے۔!" سر سلطان بولے۔

"ان کے علاوہ کچھ اور ممالک بھی اس میں دلچسپی لے سکتے ہیں۔ روزا فرانس کی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتی ہے۔!"

"تم فی الحال یہ معلوم کرنیکی کوشش کرو کہ یہ خبر کسی فارن پریس کے نمائندے تک کیسے پہنچی۔!"

"مکھی مار کام ہے.... اور اب اس سے فائدہ ہی کیا۔ بہر حال خبر پہنچ گئی ہے.... اور گدھی کے چاہنے والے حرکت میں آگئے ہیں۔!"

"آخر اُس تصویر میں ہے کیا....؟"

"بظاہر ایک گدھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔!"

"لیکن در حقیقت....!"

"بس جناب... میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں کہ گدھی اور اُسکے بچے پر ریسرچ کرنے بیٹھ

جاؤنگا۔ ہو سکتا ہے کہ اقوامِ مغرب گدھی اور اُسکے بچے سے کسی قسم کا جذباتی لگاؤ رکھتی ہوں۔!"

"فضول باتیں مت کرو.... شیمراں کے لواحقین پر کڑی نظر رکھو۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"اُس کی سیکریٹری کے بارے میں کیا خیال ہے۔!"

"سانولی رنگت کے علاوہ اُس میں اور کچھ نہیں رکھا۔!"

"پھر وہی بکواس! میں پوچھ رہا ہوں کیا وہ اس سازش میں ملوث ہو سکتی ہے....؟"

"سبھی کچھ ممکن ہے جناب۔ شیمراں کے تینوں باڈی گارڈز بھی نظر انداز نہیں کئے جاسکتے۔ اُن میں سے کوئی روزا کا آدمی ہو سکتا ہے۔!"

"کس پر شبہ ہے....؟"

"زخمی پر... میرا خیال ہے کہ وہ زخم خود اُس کا اپنا لگایا ہوا تھا۔ مزید اعتماد حاصل کرنے کیلئے۔!"

"ہو سکتا ہے۔!"

"لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میرا کام ختم ہو چکا ہے۔!"

"تم نے خود ہی فیصلہ کر لیا۔!"

"میرا کام تھا شیمراں کا راز دریافت کرنا اور اس سے جو کچھ حاصل ہوا اسے آئی ایس آئی والے لے گئے۔!"

"کسی حد تک تمہارا خیال درست بھی ہے۔!"

"لیکن میرا مسئلہ روزا تھی۔ اگر زخمی طارق اُسی کا آدمی ہے تو ابھی میرا کام ختم نہیں ہوا۔!"

"کسی بات پر جمو گے بھی۔!"

"اس بات پر ابھی تک جما ہوا ہوں کہ سانولی رنگت بھی مجھے شاعر نہیں بنا سکتی۔!"

"عمران آدمیت کے جامے میں رہو۔!"

"اس سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ آدمیت کا جامہ زندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ چاہے اُس میں اخلاقیات کی کتنی ہی کشیدہ کاری کیوں نہ کر ڈالی جائے۔!"

"اچھا اب بکواس بند کرو۔ مجھے اپنی نیند بھی پوری کرنی ہے۔!"

"نیند اور درندگی کے علاوہ آدمی کے پاس اور کچھ بھی نہیں ہے۔!"

"تم گھاس تو نہیں کھا گئے۔!"

"درندے گھاس نہیں کھاتے۔ البتہ بے چاری گدھی..... وہ خدا کی پناہ شائد میں واقعی سنک گیا ہوں۔ بہر حال کہنے کا یہ مطلب ہے کہ تفتیش کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں آئی ایس آئی والوں سے ٹکراؤ بھی ہو سکتا ہے۔!"

"کیا مطلب.....؟"

"اس قضیئے کے فارن پریس تک پہنچنے کے دو ہی ذریعے ہو سکتے ہیں۔ شیمر ان کے لواحقین یا خود آئی ایس آئی والوں سے ٹکراؤ بھی ہو سکتا ہے۔!"

"تم اس کی پرواہ مت کرو.....!"

"بس یہی معلوم کرنا تھا۔!"

"اتنی سی بات کے لئے تم نے اتنی دیر تک الجھائے رکھا۔!" سر سلطان پھر گرم ہوئے۔

"گدھی نے میری عقل خبط کر دی ہے۔!"

"تمہیں اُس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ مجھے اس پر حیرت ہے۔!"

"کسی خاص بات کی نشاندہی اُس وقت تک نہیں کر سکوں گا جب تک اپنے محکمے کی لیبارٹری تک نہیں پہنچ جاتا۔!"

"اوہ..... تو اس کا یہ مطلب.....!"

"خدا حافظ۔!" کہہ کر عمران نے رابطہ منقطع کر دیا تھا اور سر سلطان ریسیور ہاتھ میں لئے اُسے گھورتے رہ گئے تھے۔ پھر بُرا سا منہ بنا کر ریسیور کریڈل پر رکھا اور بستر پر لیٹنے بھی نہیں پائے تھے کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بجنے لگی۔!

"مجھے تو اب ریٹائرمنٹ لے ہی لینا چاہیئے۔!" وہ دانت پیس کر بڑبڑائے اور ریسیور کریڈل سے اٹھا لیا۔

"سلطان اسپیکنگ.....!" انہوں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"جنرل وائی زیڈ.....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ..... اس وقت..... خیریت.....!"

"تمہارا وہ آدمی کہاں ہے جس نے باؤل دے سوف میرے آدمیوں کے حوالے کی تھی؟"

"سردار گڈھ میں۔!"

"اس سے کہو کہ ہم سے رابطہ قائم کرے۔!"

"کوئی خاص بات....؟"

"وہ آفیسر قتل کر دیا گیا جس کی تحویل میں تصویر تھی.... اور تصویر بھی غائب ہو گئی ہے۔!"

"تو اس میں میرے آدمی کا کیا قصور....؟"

"فارن پریس تک یہ بات کیسے پہنچی....؟"

"یہی سوال میں تم سے کرنے والا تھا... اولڈ بوائے۔!" سر سلطان نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"ہم اُس سے صرف یہی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ فارن پریس تک یہ بات کیسے پہنچی؟"

"وہ اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ کیونکہ کچھ دیر پہلے وہ یہی سوال مجھ سے کر چکا ہے۔!"

"دیکھو سلطان بیٹے! ان معاملات میں تم مجھ سے زیادہ تجربہ کار نہیں ہو سکتے۔!"

"لیکن میں اپنے اُس آدمی کو تجربات کا پہاڑ سمجھتا ہوں۔!"

"آخر ہے کون....؟"

"علی عمران....!"

"اوہ... تب تو سوچنا پڑے گا۔ لیکن تم اُس سے کہو کہ جلد از جلد ہم سے رابطہ قائم کرے۔!"

"کچھ دیر پہلے وہ سردار گڈھ میں مرتے مرتے بچا ہے۔!" سر سلطان نے کہا اور آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کو عمران کی کہانی سنانے لگے۔

"وہائٹ مشروم....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "نام فرضی بھی ہو سکتا ہے مجھے بتاؤ کہ وہ سردار گڈھ میں کہاں ملے گا....؟"

"انٹرکون کے منیجر سے رابطہ قائم کرو۔ وہ تمہاری کال ری ڈائریکٹ کر دے گا۔!"

"او کے.... تھینکس....!" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ سر سلطان ریسیور ہاتھ میں لئے کچھ سوچتے رہے اور پھر اُسے کریڈل پر رکھ کر پُر تشویش انداز میں سر ہلاتے ہوئے باتھ روم کی طرف بڑھ گئے۔



آئیڈنٹی کاسٹ ایکوپمنٹ کے ذریعے وہ چہرہ مکمل کر لیا گیا اور عمران نے اس کی تصدیق بھی کر دی لیکن اس کا اصل نام وہائٹ مشروم نہیں تھا۔ آئی ایس آئی کے ریکارڈ کے مطابق وہ مشرقی جرمنی کا ایک سیکرٹ ایجنٹ میک ہاور ثابت ہوا تھا۔

"وہ کئی مشرقی زبانیں روانی سے بول سکتا ہے۔!" کیپٹن برلاس نے عمران کو بتایا۔

"میک ہادر..... ہو سکتا ہے سر سلطان کے محکمے میں بھی اس کا ریکارڈ موجود ہو۔ لیکن ڈاڑھی منوعی تھی۔!" عمران نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔

"ناک کی مخصوص بناوٹ کی بنا پر اُس کی شناخت ہوئی ہے۔!"

"شائد راکٹ پر بیٹھ کر یہاں آیا ہوگا۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"کیا بات ہوئی۔!"

"پچھلی رات ہی تو بی بی سی سے اُس تصویر کے بارے میں مذاکرہ نشر ہوا تھا..... اور پچھلی ات ہی وہ مجھ سے الجھ پڑا۔ مذاکرہ سنتے ہی راکٹ پر بیٹھا اور پلک جھپکتے سردار گڈھ پہنچ گیا۔!"

"کیا پہلے سے یہاں موجود نہیں ہو سکتا.....؟"

"اگر پہلے سے یہاں موجود تھا تو پھر ہمارا وجود دو کوڑی کا ہو جاتا ہے۔!"

"پتا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ وہ یہاں پہلے سے کیوں موجود تھا۔!"

"آپ تو اس انداز میں کہہ رہے ہیں جیسے ہم ہی یہاں اُس کی موجودگی کے ذمہ دار ہوں۔!"

"کوئی نہ کوئی تو ذمہ دار ہوگا ہی۔ اب مجھے اس ڈپٹی ڈائریکٹر کے بارے میں بھی کچھ بتایئے جو ل کر دیا گیا۔!"

"میجر فہیم..... بہت محتاط آدمی تھے۔!"

"پینٹنگ اُن ہی کی تحویل میں تھی.....؟"

"جی ہاں۔!"

"لیکن اُسے گھر پر رکھنے کی کیا ضرورت تھی.....؟"

"وہ خفیہ تحریروں کے ماہر تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ تصویر کے شیڈز میں کوئی نقشہ مخفی ہے۔ ہذا ڈائریکٹر جنرل کی اجازت سے وہ اُسے گھر لے گئے تھے۔ تاکہ اُس پر زیادہ سے زیادہ وقت رف کر سکیں۔!"

"کس قسم کے نقشے کا شبہ ہوا تھا؟ ہٹلر کا خفیہ خزانہ؟ کیا خیال ہے؟"

"میرا کوئی خیال نہیں..... بس اتنا ہی سنا تھا میں نے۔!"

"حالانکہ آپ کو بھی اس کا علم نہ ہونا چاہیئے تھا۔!"

"میں براہِ راست اُن کا ماتحت تھا اور بہتیرے معاملات میں وہ مجھ سے مشورے لیتے تھے۔!"

"کیا میں وہ جگہ دیکھ سکتا ہوں جہاں اُن کی لاش ملی تھی۔!"

"ضرور.... مجھ سے کہا گیا ہے کہ ہر طرح آپ کی مدد کروں۔!"

"شکریہ....!"

"وہ رات انہوں نے اپنی ذاتی تجربہ گاہ میں گزاری تھی۔!"

"غالباً پینٹنگ پر تجربات کرنے کے لئے۔!"

"ظاہر ہے۔!"

"اور وہیں اُن کی لاش بھی ملی تھی....؟"

"جی ہاں.... کیا آپ ابھی چلیں گے....؟"

"میں تیار ہوں۔!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

وہ باہر نکل کر سیاہ رنگ کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ کیپٹن برلاس نے انجن اسٹارٹ کیا۔

"آپ نے بھی وہ تصویر دیکھی ہو گی....؟"

"جی ہاں....!"

"ہنسی تو بہت آئی ہو گی کہ اس بیہودہ سی تصویر کے لئے اتنا ہنگامہ ہو گیا۔!"

"کیا یہ غیر فطری بات تھی مسٹر عمران۔!"

"قطعی نہیں.... اگر میں صاحب اولاد ہوتا تو یہ لطیفہ اپنے بچوں کو ضرور سناتا اور میری بیوی اُس گدھی کی سات پشتوں کو چھان پھٹک کر رکھ دیتی۔!"

"گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم دفتری راز اپنے خاندان والوں تک پہنچا دیتے ہیں۔!" کیپٹن برلاس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"پھر یہ بات فارن پریس کے کسی نمائندے تک کیسے پہنچی....؟"

"تصویر آپ کے ہاتھوں ہم تک پہنچی تھی اور آپ کے گرد بھی کچھ لوگ تھے۔!"

"میں نے اس امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ اُن لوگوں کو بھی دیکھا جارہا ہے جو میرے آس پاس تھے۔ لیکن اسے تو آپ تسلیم کریں گے کہ میجر فہیم کا معاملہ ڈھکا چھپا نہیں تھا۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"یعنی کہ وہ اُس پینٹنگ کو اپنے گھر لے جارہے ہیں۔!"

"ظاہر ہے.... ورنہ اس طرح قتل کیسے کر دیئے جاتے۔!"

"تو یہ بات مجرموں تک آپ ہی لوگوں کے ذریعے پہنچی ہوگی....؟"

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔!"

"کتنے لوگوں کو اس کا علم تھا....؟"

"ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔!"

"یعنی ڈی جی آپ اور میجر فہیم....!"

"جی ہاں....!"

"ڈی جی کو الگ کر دیجئے تو صرف آپ دورہ جاتے ہیں۔!"

"میں غیر شادی شدہ ہوں اس لئے اپنے بچوں کو یہ لطیفہ نہیں سنا سکا تھا۔!"

"بہر حال آپ کو یقین ہے کہ یہ بات آپ ہی تک رہی تھی....؟"

"اُسی طرح یقین ہے جس طرح خدا کے وجود پر ہے۔!"

"گڈ.... تو پھر خود میجر فہیم....؟"

"وہ ان دنوں اپنے بنگلے میں تنہا تھے۔ بچے کسی عزیز کے یہاں باہر گئے ہوئے تھے۔!"

"ملازمین....!"

"تین عدد.... لیکن اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ انہوں نے ملازمین سے اس کے بارے میں کوئی گفتگو کی ہو۔!"

"میں تنگ آگیا ہوں....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

کیپٹن برلاس کنکھیوں سے اُس کی طرف دیکھ کر رہ گیا لیکن یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اس نامکمل جملے کا مطلب کیا ہے گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی۔

"واقعی تنگ آگیا ہوں۔!" عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ "میری زندگی میں جرائم اور کشت و خون کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ لوگ تو ایک آدھ گرل فرینڈ بھی پال لیتے ہیں۔!"

"اگر آپ کا اشارہ خصوصیت سے میری طرف ہے تو سن لیجئے کہ میں کوئی گرل فرینڈ بھی نہیں رکھتا جسے میں نے یہ لطیفہ سنا دیا ہو۔!"

"میجر فہیم کے بارے میں کیا خیال ہے....؟"

"میں اُن کی نجی زندگی سے متعلق صرف اتنا ہی جانتا ہوں کہ تین بچوں کے باپ تھے۔!"

"اور ان دنوں بچے.... باپ سے بہت دور تھے۔!"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں....؟"

"شادی شدہ لوگ بھی گرل فرینڈز رکھتے ہیں۔!"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ میجر فہیم اس معاملے میں کس قسم کے آدمی تھے۔!"

"ڈرنک کرتے تھے....؟"

"ممکن ہے کرتے ہوں۔ میں نے اس پر کبھی توجہ نہیں دی۔!"

"خیر.... خیر....!"

"پتا نہیں آپ کس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں۔!"

"کبھی کبھی ہم خود ہی اپنے لئے موت کا پھندہ تیار کر لیتے ہیں۔!"

"یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خود میجر فہیم ہی نے اُس پینٹنگ کا ذکر کسی سے کر دیا ہوگا۔؟"

"کیا اس کا امکان نہیں ہے....؟"

"ہو سکتا ہے....!" کیپٹن برلاس نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

وہ منزلِ مقصود پر پہنچ چکے تھے۔ کیپٹن برلاس نے گاڑی روکی۔ میجر فہیم کے خاندان والے واپس آگئے تھے لیکن تجربہ گاہ مقفل کر دی گئی تھی۔ کیپٹن برلاس نے تجربہ گاہ کا قفل کھولا اور عمران نے اندر قدم رکھنے سے پہلے کہا۔ "شاید فنگر پرنٹس پہلے ہی اٹھالئے گئے ہوں گے۔!"

"جی ہاں.... ساری کارروائیاں ہو چکی ہیں۔!"

وہ تجربہ گاہ میں داخل ہوئے۔ خاصا کشادہ کمرہ تھا اور وہاں رکھی ہوئی اشیاء پر نظر پڑتے ہی کسی فوٹوگرافر کی ورک شاپ کا گمان ہوتا تھا۔

"فنگر پرنٹس کے بارے میں کچھ بتائیے۔!" عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"دو طرح کے نشانات ملے ہیں۔ میجر فہیم کی انگلیوں کے یا اُس ملازم کی انگلیوں کے جو یہاں کی صفائی کرتا ہے۔!"

"کوئی مخصوص ملازم ہے۔!"

"جی ہاں....!"

"اس سے خاص طور پوچھ گچھ کی گئی ہوگی۔!"

"تینوں ہی ملازم سرونٹس کوارٹر میں سوتے ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ جب وہ کوارٹرز میں جانے کے لئے عمارت سے نکلے تھے تو میجر فہیم تجربہ گاہ ہی میں تھے۔ ملازموں نے انہیں مطلع کیا تھا اور

صدر دروازہ بولٹ کرنے کے لئے اُن کے ساتھ وہاں تک آئے تھے۔!"

"کیا وہ اُس وقت تجربہ گاہ میں تنہا تھے....؟"

"ملازموں کی روانگی تک تو تنہا ہی تھے اور صبح کو جب وہ کام پر آئے تو انہیں صدر دروازہ کھلا ملا تھا۔ یہ غیر معمولی بات تھی کیونکہ میجر فہیم ملازموں سے پہلے بیدار نہیں ہوتے تھے۔!"

"تو اُن کی آمد پر دروازہ خود میجر فہیم ہی کھولتے تھے۔!"

"جی ہاں.... گھنٹی کی آواز پر بیدار ہوتے تھے اور دروازہ خود ہی کھولتے تھے لیکن صرف اُس وقت میں جب وہ بنگلے میں تنہا ہوتے تھے۔ ورنہ خاندان کا کوئی فرد یہ کام انجام دیتا تھا۔!"

"نوکر ہمیشہ اپنے کوارٹرز ہی میں سوتے ہیں....؟"

"جی ہاں....!"

"ایسے حالات میں بھی جب میجر بنگلے میں تنہا ہوتے تھے....؟"

"جی ہاں.... ملازموں نے یہی بتایا ہے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔ تنہا سونے کی صورت میں انہیں کم از کم باورچی کو تو بنگلے ہی میں رکھنا چاہئے تھا۔!"

"لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا۔!"

"یعنی ضرورت پڑنے پر چائے وغیرہ خود ہی بنا لیتے ہوں گے۔!"

"ظاہر ہے۔!"

"نوکر اُس رات کس وقت بنگلے سے گئے تھے....؟"

"حسب معمول دس بجے۔!"

عمران خاموش ہو گیا۔ اُس کی نظر اُس جگہ جم گئی تھی جہاں فرش پر لاش کے گرد چاک سے نشان ڈالے گئے تھے۔

کیپٹن برلاس نے کہا۔ "آثار کی بنا پر یہ قطعی نہیں کہا جا سکتا کہ قاتل ملازموں کے چلے جانے کے بعد بنگلے میں داخل ہوا ہو۔ نہ کسی کھڑکی کا کوئی شیشہ ٹوٹا ہوا ملا ہے اور نہ کسی دروازے کے بے قاعدگی سے کھولے جانے کی شہادت ملی ہے۔!"

"اس سے آپ لوگ کس نتیجے پر پہنچے ہیں....؟"

"یا تو قاتل پہلے ہی سے بنگلے کے کسی حصے میں چھپا ہوا تھا یا پھر میجر فہیم نے خود ہی اُسے بنگلے

میں داخل ہونے کی اجازت دی ہوگی۔!"

"ہوں۔۔۔۔!" عمران پُر تفکر انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"اس سلسلے میں ملازموں کا کیا خیال ہے۔!"

"انہوں نے قاتل کے پہلے ہی سے بنگلے میں موجود ہونے کے خیال کو مسترد کر دیا ہے۔ یوں وہ بنگلے کا گوشہ گوشہ دیکھ کر اپنا اطمینان کر لینے کے بعد ہی رخصت ہوئے تھے۔ خصوصیت سے اُن اوقات میں اور زیادہ محتاط ہو جاتے تھے۔ جب میجر فہیم بنگلے میں تنہا ہوتے تھے۔!"

"اُس رات بھی انہوں نے اپنے اُس معمول کو ضرور دہرایا ہوگا۔!"

"جی ہاں۔۔۔۔ وہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں اور اُن کی دانست میں کوئی بعد میں بھی یہاں نہیں آیا تھا۔!"

"اس کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا یا کہا جا سکتا ہے۔۔۔۔؟"

"جی نہیں۔۔۔۔!"

"دس بجے کے بعد بھی لوگ ملنے کے لئے آ سکتے ہیں۔!"

"ہم نے یہی نظریہ قائم کیا ہے کہ میجر فہیم قاتل سے واقف تھے۔!"

"وہ محکمے کا کوئی ایسا آدمی بھی ہو سکتا ہے جسے پینٹنگ کے بارے میں علم رہا ہو۔!"

"میرے اور ڈی۔جی صاحب کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔!" کیپٹن برلاس طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"آپ تو قاتل ہو ہی نہیں سکتے۔!" عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا مسٹر عمران۔۔۔۔ آپ مجھے کیا جانیں۔!"

"جن کی آنکھوں کی بناوٹ قاتل ہوتی ہے وہ حقیقتاً قتل نہیں کر سکتے۔!"

"اس اظہار خیال پر میں شرماؤں یا آپ کا شکریہ ادا کروں مسٹر عمران۔۔۔۔!"

"کیا میں یہاں کی چیزوں کو قریب سے دیکھ سکتا ہوں۔!"

"ضرور۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔!"

پھر عمران تجربہ گاہ کی مختلف چیزوں کا جائزہ لیتا رہا تھا اور کیپٹن برلاس اُسے ایسی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔

تھوڑی دیر بعد عمران پھر اُسی کے قریب آ کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔ "ہم نے یہاں تفتیش

وئی امکانی پہلو نظر انداز نہیں کیا۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے.....!" عمران نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق گولی بہت قریب سے دل کا نشانہ لے کر چلائی گئی تھی۔!"

"اور ملازموں نے فائر کی آواز بھی نہیں سنی تھی۔!" عمران بولا۔

"جی ہاں.... انہوں نے فائر کی آواز نہیں سنی تھی۔!"

"سائیلنسر.....!"

"غالباً سائیلنسر ہی استعمال کیا گیا تھا۔!"

"اور یہاں ایسی کوئی چیز آپ لوگوں کو نہیں مل سکی۔ جس سے قاتل کی نشاندہی ہو سکے؟"

"جی ہاں.... وہ بے حد محتاط تھا کہ انگلیوں کے نشانات تک نہیں چھوڑے۔!"

"کیا تینوں ملازم ایک ہی کمرے میں سوتے ہیں....؟"

"نہیں تینوں کے کمرے الگ الگ ہیں۔!"

"لہٰذا کوئی اس کی شہادت بھی نہیں دے سکتا کہ وہ رات بھر اپنے کمروں ہی تک محدود رہے ہوں گے۔!"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں....؟" کیپٹن برلاس اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ معلوم ہونا بے حد ضروری ہے کہ اُن میں سے کوئی رات کے کسی حصے میں اپنے کمرے سے نکلا تو نہیں تھا۔!"

کیپٹن برلاس کچھ نہ بولا۔ وہ بھی کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔

"خیر یہ سب کچھ آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ اس لئے آپ کو مجھے یہیں چھوڑ جانا پڑے گا۔!"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا....؟"

"بس آپ جائیے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

لیکن وہ خاموش کھڑا عمران کو دیکھتا رہا۔!

"میں اپنے طور پر کام کرنے کا عادی ہوں کیپٹن....!"

"مجھ سے کہا گیا ہے کہ آپ کو اسسٹ کروں۔!"

"فی الحال اس سے بہتر اسسٹینس نہیں ہو سکتی کہ آپ مجھے تنہا چھوڑ دیں۔!"

"یہاں تجربہ گاہ میں....؟"

"نہیں ڈرائنگ روم میں....!"

"اوہ تو آپ خاندان والوں سے بھی پوچھ گچھ کریں گے۔ حالانکہ وہ لوگ یہاں نہیں تھے آج ہی صبح واپس آئے۔!"

"کیپٹن برلاس پلیز....!" عمران ہاتھ اٹھا کر رہ گیا۔

"اچھی بات ہے چلئے.... لیکن کیا بیگم فہیم سے آپ کا تعارف بھی کرانا پڑے گا۔!"

"ہرگز نہیں.... بس آپ مجھے ڈرائنگ روم میں چھوڑ کر چلے جایئے گا۔ لیکن ٹھہرئیے آپ نے مجھے اُس ملازم کا نام تو بتایا ہی نہیں جو تجربہ گاہ میں صفائی کرتا ہے۔!"

"سردار....!"

وہ تجربہ گاہ کو مقفل کر کے عمران کو ڈرائنگ روم میں لے آیا اور آہستہ سے بولا۔ "بیگم فہیم سے گفتگو کرنے کے سلسلے میں ذرا محتاط رہئے گا۔!"

"میں نہیں سمجھا....؟"

"غیر معمولی ٹائپ کی خاتون ہیں۔ اُن کی آنکھوں میں آج تک کسی نے آنسو نہیں دیکھے۔ ہو گئی کہ اس موقع پر بھی وہ بے حد پرسکون نظر آ رہی ہیں۔!"

"بہت غصہ ور ہیں کیا....؟"

"نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں۔!"

"میجر فہیم سے کیسے تعلقات تھے۔!"

"خوشگوار....!"

"اچھی بات ہے.... آپ سردار کو میرے پاس بھیج کر چلے جایئے۔ اُسی کے توسط سے بیگم فہیم سے بھی رابطہ قائم کرلوں گا۔!"

"میرا کارڈ رکھئے۔!" کیپٹن برلاس نے کہا۔ "جب بھی میری ضرورت ہو رنگ کر لیجئے گا۔"

عمران نے کارڈ لے کر اُس کا شکریہ ادا کیا اور اُس کے جاتے ہی اس کے چہرے پر حماقتوں کے ڈونگرے برسنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ملازم سردار ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ جوان العمر خوش شکل تھا۔ آنکھوں کی بناوٹ سے کسی قدر ذہین بھی معلوم ہوتا تھا۔

"فرمایئے جناب....!" اُس نے عمران کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

عمران نے احمقانہ انداز میں اُسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور اٹھ کر اُس کے کان میں

سے بولا۔ "بیگم فہیم تم سے خوش نہیں معلوم ہوتیں۔!"

وہ چونک کر پیچھے ہٹ گیا اور عمران کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔!" عمران اونچی آواز میں بولا۔ "تجربہ گاہ کی صفائی تم ہی کرتے ہو۔!"

"جی ہاں جناب!" اس نے جواب دیا لیکن اُسکی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"وہ کرسی اٹھا کر میرے قریب بیٹھ جاؤ۔!" عمران پھر آہستہ سے بولا اور اس طرح چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے خدشہ ہو کہ کہیں کوئی تیسرا بھی تو اُن کی گفتگو نہیں سن رہا۔

سردار نے ہچکچاتے ہوئے تعمیل کی تھی۔ عمران نے بیٹھتے ہوئے سرگوشی کی۔ "قتل والی رات کو تم کس وقت دوبارہ بنگلے میں آئے تھے۔!"

"مم.... میں.... جج.... جی.... نہیں تو....!"

"یہ قتل کا معاملہ ہے سردار..... بیگم فہیم بڑی خوددار خاتون ہیں اس لئے وہ کبھی اپنی زبان نہیں کھولیں گی۔ حالانکہ وہ سب کچھ جانتی ہیں۔!"

سردار تھوک نگل کر رہ گیا۔

"وہ اپنی زبان نہیں کھولیں گی اور تم حق نمک ادا کرو گے پھر جانتے ہو کیا ہوگا....؟"

سردار کچھ نہ بولا۔ اچانک برسوں کا بیمار نظر آنے لگا تھا۔

"پھر یہ ہوگا اے وفادار ملازم کہ قاتل سزا سے بچ جائے گا۔!" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"مم.... میں پاگل ہو جاؤں گا جناب....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اچھا تو.... اپنے کوارٹر میں چلو.... میں بھی یہاں بات کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔!"

"بہت اچھا جناب....!"

وہ ڈرائنگ روم سے نکل کر برآمدے میں پہنچے ہی تھے کہ عقب سے ایک نسوانی آواز آئی۔ "سردار کہاں جا رہے ہو.... اور یہ کون صاحب ہیں۔!" عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں مڑا۔ بائیں جانب والے دروازے میں ایک صحت مند اور وجیہہ عورت کھڑی نظر آئی۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔

"آداب بجالاتا ہوں بیگم صاحبہ....!" عمران نے بہت زیادہ بدحواسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے بتلایا گیا ہے کہ سردار تجربہ گاہ کی بھی دیکھ بھال کیا کرتا تھا۔ لہٰذا اس سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔!"

"آپ ہیں کون....؟"

"میں برائٹو فلکس کمپنی کا نمائندہ ہوں۔ ہم نے میجر صاحب کو ایک مخصوص قسم کا انلارجر چند دنوں کے لئے عاریتاً دیا تھا۔ اُسی کے بارے میں پوچھ گچھ کرنی ہے۔!"

"اُس کے بارے میں کیا پوچھ گچھ کیجئے گا۔!"

"وہ انلارجر جو تجربہ گاہ میں موجود نہیں ہے۔!"

"ہر قسم کی گفتگو میری موجودگی میں ہوگی۔!"

"بہت بہتر بیگم صاحبہ....!" عمران نے کہا اور سردار کی طرف مڑ کر بائیں آنکھ دبائی اور پھر بولا۔ "ہاں تو میاں سردار وہ انلارجر کہاں ہے جس پر ٹریڈ مارک کے طور پر اُڑتی ہوئی چگادڑ بنی ہوئی تھی۔!"

وہ سر کھجاتا ہوا بولا۔ "جی.... تھا تو.... میں نے دیکھا تھا۔!"

"ایک منٹ۔!" عورت ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "آپ کیپٹن برلاس کے ساتھ آئے تھے؟"

"جی ہاں.... وہ انلارجر بہت قیمتی تھا۔ لیکن تجربہ گاہ میں موجود نہیں ہے۔ کیپٹن برلاس جلدی میں تھے۔ اس لئے پوچھ گچھ کے لئے سردار کو میرے حوالے کر کے چلے گئے۔!"

"تو آپ پوچھ گچھ کے لئے اُسے کہاں لے جارہے ہیں....؟"

"یہیں لان پر.... اندر کچھ گھٹن سی محسوس ہورہی تھی۔!"

"تم اس انلارجر کے بارے میں کیا جانتے ہو؟" عورت نے براہِ راست سردار سے سوال کیا۔

"مم.... میں.... جی بس دیکھا تھا۔!"

"اب وہ کہاں ہے....؟"

"جی.... جی.... میں نہیں جانتا۔!"

"بات ختم ہوگئی۔!" عورت نے عمران سے کہا۔

"میں تو مفت میں مارا گیا۔!" عمران کراہا۔ "ذاتی تعلقات کی بناء پر میں نے وہ انلارجر چند دنوں کے لئے میجر صاحب کو دے دیا تھا۔!"

"کیا قیمت تھی اُس کی....!"

"قیمت.... قیمت تو کیٹلاگ دیکھ کر ہی معلوم ہوسکے گی۔!"

"دیکھ کر بتایئے.... قیمت ادا کردی جائے گی۔!" عورت نے خشک لہجے میں کہا۔

عمران بے حد خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ "بہت بہت شکریہ۔!"

"جاؤ تم اپنا کام دیکھو.....!" عورت نے سردار سے کہا اور وہ سر جھکائے ہوئے اندر چلا گیا۔ ساتھ ہی عورت بھی دروازے میں مڑ گئی اور عمران اس طرح منہ چلانے لگا جیسے کسی کڑوی کسیلی چیز کا ذائقہ یاد آگیا ہو۔



رات کے گیارہ بجے تھے اور میجر فہیم کا بنگلہ تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔ البتہ کمپاؤنڈ کے پھاٹک کے بلب کی مدھم سی روشنی تھوڑی سی جگہ کو روشن کئے ہوئی تھی۔

عمران نے تاریک حصے والی کمپاؤنڈ وال پھلانگی اور سرونٹس کوارٹرز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ خوش قسمتی سے میجر فہیم کے بنگلے میں کتے نہیں تھے۔ اس لئے یہ کام بے حد آسان ہو گیا تھا۔

ایک ایک کمرے کے تین کوارٹر ایک ہی قطار میں واقع تھے اور ہر کمرے کے آگے صحن تھا۔ جس کی دیواریں زیادہ اونچی نہیں تھیں۔ وہ پہلے ہی معلوم کر چکا تھا کہ سردار کس کوارٹر میں رہتا ہے۔ دروازے پر دستک نہیں دینا چاہتا تھا اس لئے صحن کی دیوار بھی پھلانگنی پڑی۔ کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ کودنے کی آواز سن کر سردار باہر نکل آیا۔

"شور مت مچانا.... میں ہوں انلارجر والا۔!" عمران آہستہ سے بولا۔

"تو دیوار پھلانگ کر....!"

"تم دیکھ ہی چکے ہو کہ بیگم صاحبہ تمہاری کتنی کڑی نگرانی کر رہی ہیں۔ خیر اب اطمینان سے باتیں ہوں گی اور تم کسی خسارے میں بھی نہ رہو گے۔ کیونکہ میں میجر فہیم کے محکمے کا آدمی نہیں ہوں۔ میری تفتیش میری ہی ذات تک محدود رہے گی۔ غالباً تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے۔!"

"ج.... جی ہاں.... چلئے اندر چلئے۔!" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

ایک شکستہ حال کرسی پر عمران کو بٹھاتے ہوئے کہا۔ "بیگم صاحبہ ہر وقت چوکس رہتی ہیں لیکن مجھے حیرت ہے جناب کہ انہوں نے آج تک وہ بات نہ میجر صاحب کے منہ پر ڈالی اور نہ مجھ سے ہی کچھ کہا۔!"

"بڑے دل گردے کی عورت معلوم ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد بھی نہیں چاہتی کہ اس کے شوہر کی عزت پر حرف آئے۔ خیر ہاں تم مجھے تفصیل سے بتاؤ تاکہ میں قاتل پر ہاتھ ڈال سکوں۔!"

"میرے علاوہ اور کوئی اس کے بارے میں نہیں جانتا۔!"

"میرا یہی اندازہ تھا۔!"

"بہت دنوں سے وہ یہاں آتی جاتی رہی ہے۔ صاحب نے صرف مجھے راز دار بنایا تھا۔!"

"بیگم صاحبہ کی موجودگی میں بھی آئی تھی۔!"

"کبھی نہیں جناب بیگم صاحبہ ہر ماہ تین چار دن کیلئے اپنے مائیکے جاتی ہیں۔ پتا نہیں کیا ہوتا ہے کہ سب سے چھوٹا بچہ نانی کیلئے تڑپنے لگتا ہے اور وہ غل مچاتا ہے کہ بیگم صاحبہ کو جانا ہی پڑتا ہے۔!"

"میجر فہیم ہی چپکے سے اُسے اُکسا دیتے ہوں گے۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے جناب....!"

"بہر حال وہ اُس وقت آتی ہو گی جب تم تینوں اپنے کوارٹرز میں چلے آتے ہو گے۔!"

"جی ہاں.... لیکن اُس کے بعد مجھے پھر چپکے سے جانا پڑتا تھا چائے پانی کا انتظام کرنے کے لئے۔ صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ اس سے جرمن پڑھتے ہیں۔!"

"اور تمہیں کیا پڑی تھی کہ تم اور کچھ سمجھتے۔!"

"جی ہاں.... لیکن جان جوکھم کا کام تھا۔ جان پر بنی رہتی تھی کہ کہیں بات بیگم صاحبہ کے کانوں تک نہ پہنچ جائے۔!"

"تو وہ قتل والی رات کو بھی آئی تھی....؟"

"جی ہاں....!"

"تنہا تھی....؟"

"جی ہاں.... میں نے تو اس کے ساتھ اور کسی کو بھی نہیں دیکھا تھا۔!"

"تم نے یہ معلوم کرنے کی کوشش تو ضرور کی ہو گی کہ رہتی کہاں ہے....؟"

"کبھی کوشش نہیں کی بس ایک بار اتفاق سے معلوم ہو گیا تھا ایک دن بازار میں دکھائی دی تھی میں اس کے پیچھے لگ گیا۔ بس خواہ مخواہ سنک گیا تھا۔ اس طرح رہنے کی جگہ معلوم ہو گئی تھی۔"

"کہاں رہتی ہے۔!"

"سی بریز کے پاس جو لگژری اپارٹمنٹس ہیں۔ انہی میں چودہ نمبر کا اپارٹمنٹ۔!"

"نام جانتے ہو....؟"

"جی نہیں نام تو.... نہیں معلوم ہو سکا۔ صاحب سے کبھی کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہیں پڑی۔"

"قدرتی بات ہے.... کیا عمر ہو گی....!"

"بیس بائیس سال سے زیادہ کی نہیں ہے۔ بہت خوبصورت ہے صاحب۔!"

"غیر ملکی ہے۔!"

"جی صاحب.... جرمن ہوگی۔ تبھی تو صاحب اس سے جرمن زبان پڑھ رہے تھے۔!"

"اچھا تو اٹھو اور چپ چاپ میرے ساتھ نکل چلو....!"

"جی صاحب.... میں نہیں سمجھا۔!"

"تمہاری زندگی بھی خطرے میں ہے۔ کسی وقت بھی تمہاری موت واقع ہو سکتی ہے۔!"

"نہیں صاحب....!" اچانک وہ بے حد خوفزدہ نظر آنے لگا۔

"یقین کرو.... تم نے اُسے قتل والی رات کو یہاں دیکھا تھا.... مجھے تو اسی پر حیرت ہے کہ تمہیں اُن لوگوں نے زندہ کیسے چھوڑا۔!"

"وہ اکیلی تھی صاحب.... اور کوئی نہیں تھا اُس کے ساتھ....!"

"باتوں میں وقت نہ ضائع کرو... چپ چاپ نکل چلو ورنہ پچھتانے کا موقع بھی نہ مل سکے گا۔!"

بڑی دشواری میں وہ اس پر آمادہ ہوا تھا۔ بہر حال چوروں کی طرح وہ دونوں وہاں سے رخصت ہوئے۔

"لیکن جناب آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔!" سڑک پر پہنچ کر سردار نے پوچھا۔

"میرے مہمان رہو گے۔!"

"اور یہاں سے میری گمشدگی کا کیا اثر ہوگا۔!"

"تم اس کی فکر نہ کرو سب ٹھیک ہی ہوگا۔!"



وہ واقعی بہت خوب صورت تھی۔ اخروٹ کی رنگت والے بالوں کی چھاؤں میں گہری نیلی آنکھیں بالکل ایسی ہی لگتی تھیں جیسے برسنے والے بادلوں نے دو پُر سکون جھیلوں کو تاک لیا ہو۔ لپ اسٹک شائد استعمال ہی نہیں کرتی تھی۔ کیونکہ اُس کے بھرے بھرے سے ہونٹ یوں بھی سرخ ہی رہتے تھے۔ ایکس ٹو نے صفدر کو اس کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔ سی بریز کے قریب والے لگژری اپارٹمنٹس کے چودھویں فلیٹ میں رہتی تھی۔ پاؤلین بریڈا نام تھا۔ اسی نام کی تختی اپارٹمنٹ کے صدر دروازے پر نصب تھی۔

صفدر کے اندازے کے مطابق وہ وہاں تنہا ہی رہتی تھی اور ایک غیر ملکی سفارت خانے سے تعلق تھا۔ سفارت خانے کے پریس اٹیچی کی پرسنل اسسٹنٹ تھی۔

صفدر نے یہ ساری معلومات دن بھر میں حاصل کرلی تھیں اور ایکس ٹو کی ہدایت کے مطابق اس وقت فون پر عمران کو اس سے متعلق رپورٹ دے رہا تھا۔

رپورٹ عمران کو دے رہا تھا اس لئے ابتداء اُس کے حسن کی تعریف سے ہوئی تھی۔

"یقین کیجئے! بہت دنوں بعد اتنی خوبصورت لڑکی نظر آئی ہے۔"

"الحمد للہ....!" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔"یونہی تل ڈالو گے.... یا گلاوٹ بھی لگاؤ گے....؟"

"جیسے آپ فرمائیں....!"

"میرا خیال ہے کہ اُسے معاف ہی کردو کیونکہ ایک لاش بھی اُسکے کھاتے میں لکھی ہوئی ہے۔!"

"کس کی لاش....؟"

"تفصیل میں جانے کی اجازت نہیں۔ ورنہ تمہیں بھر فاتحہ خوانی اس کی قبر تک بھی پہنچادیتا۔ اب کام کی بات کرو۔!"

صفدر نے باقاعدہ رپورٹ دینی شروع کی اور اُس کے خاموش ہونے پر عمران کی آواز آئی۔

"اب تمہیں اُس کی سرگرمیوں پر نظر رکھنی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا ہے کہ اُس کے ملنے جلنے والوں میں کوئی ایسا آدمی تو نہیں ہے جس کی ناک کے بائیں نتھنے میں چھوٹا سا شگاف ہو۔!"

"بہت بہتر....!"

"اگر کوئی ایسا آدمی نظر آجائے تو مجھے فوراً مطلع کرنا....!"

"آپ کہاں ملیں گے....؟"

"لیلیٰ کی گلی میں....!"

"کیا مطلب....؟"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"میں نہیں سمجھا....؟"

"ہوش میں ہو یا نہیں.... تم مجھ سے لیلیٰ کا مطلب پوچھ رہے ہو جبکہ قوم کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ وہ کون تھی۔!"

"سوال یہ ہے کہ اس کا آپ سے کیا تعلق؟"

"ہاں یہ قاعدے کی بات ہے تم.... تو سنو کہ تمہارے پاس میرے جتنے بھی نمبر ہیں اُن ہی

میں سے کسی نہ کسی پر ضرور مل جاؤں گا۔!"

"لیلیٰ والی بات پھر بھی رہی جاتی ہے۔!"

"میرے فلیٹ سے جو راستہ محکمہ ٹیلی فون کے دفاتر تک جاتا ہے اُسے میں لیلیٰ کی گلی کہتا ہوں۔!"

"کوئی خاص وجہ.....!"

"کسی اور کے دھوکے میں کمبخت میری لائن کاٹ گئے ہیں۔ خیر لعنت بھیجو اُن پر۔ ہاں تو اس وقت وہ پری تمثال کہاں ہے.....؟"

"سی بریز میں تنہا بیٹھی ہوئی ہے۔!"

"کیا خیال ہے کسی کی منتظر ہے۔!"

"یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ویسے کچھ لکھ رہی ہے۔!"

"اُس کے آس پاس کوئی میز خالی ہو تو تم بھی پومفرٹ کی ایک پلیٹ اور کافی منگوا کر جھک مارنا شروع کردو.....!"

"بل کون ادا کرے گا.....؟"

"احمق گمنام احمق.....!"

"یہ کون صاحب ہیں۔!"

"ہیں ایک صاحب وہیں بیٹھے ہوئے مل جائیں گے۔!"

"جغرافیہ کیا ہے.....؟"

"ٹی وی کے لئے چیپ قسم کے ڈرامے لکھتے ہیں اور غیر ملکی نظموں کے ترجمے کر کے خود کو شاعر سمجھنے لگے ہیں۔!"

"کچھ چہرے مہرے کی بھی بات ہو جائے۔!"

"شکل دیکھ کر خواہ مخواہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ پتلون کے اندر چھوٹی سی دم ضرور پوشیدہ ہوگی۔!"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔!"

"یار بل میرے ذمے.....اب چھوڑو بھی فون۔!" عمران نے کہا اور پھر رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

"سی بریز ہی کے پبلک بوتھ سے اُس نے یہ کال کی تھی۔ لہٰذا پاؤلین کے قریب والی میز تک پہنچنے میں دیر نہ لگی۔ وہ اب بھی پہلے ہی کی طرح لکھنے میں مصروف تھی۔

صفدر نے ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی اور دوسرے ندیدوں کے سے انداز میں پاؤلین کو گھورنے لگا۔ مقصد یہ ظاہر کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ اُس نے محض اسی کے لئے اُس کے قریب کی ایک خالی میز منتخب کی ہے۔ وہاں سبھی پاؤلین کو گھور رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد دو مرد اور ایک عورت پاؤلین کی میز قریب آر کے۔ یہ تینوں بھی غیر ملکی ہی تھے۔ وہ سر جھکائے لکھنے میں اتنی منہمک تھی کہ جب تک ان میں سے ایک کھکارا نہیں وہ اُن کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ بہر حال خاصے والہانہ انداز میں اُس نے اُن کا استقبال کیا تھا اور اپنے ساتھ بیٹھنے کی پیش کش کی تھی۔

ان کی آپس کی گفتگو ایسی نہیں تھی جس سے صفدر کو دلچسپی ہو سکتی۔ لیکن پاؤلین کے بولنے کا انداز بھی اُسے بے حد دلکش لگ رہا تھا۔ اگر ایک مشتبہ فرد کی حیثیت سے وہ اس کے زیر نگرانی نہ ہوتی تو وہ اُس سے مل بیٹھنے کی کوشش ضرور کرتا۔ قریباً ایک گھنٹے تک وہ لوگ کافی اور تلی ہوئی مچھلی سے شغل کرتے رہے تھے۔ پھر ایک جوڑا اٹھ کر رخصت ہو گیا تھا۔ دوسرا مرد پاؤلین کے ساتھ ہی بیٹھا رہا۔

"اب بتاؤ کیا رہی....؟" پاؤلین نے اُس سے سوال کیا۔

"ملازم اچانک غائب ہو گیا ہے اور اُن لوگوں کو بھی اُس کی تلاش ہے۔!" مرد بولا۔

"اچھی خبر نہیں ہے۔ آخر تم نے اُسے ٹھکانے لگا دینے میں اتنی دیر کیوں لگا دی....؟"

"موقع نہیں مل سکا تھا۔!"

"اُس کا اس طرح غائب ہو جانا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔!"

"وہم میں نہ پڑو.... وہ اسی لئے غائب ہو گیا ہے کہ کہیں بات تم تک نہ جا پہنچے۔!"

"اُسے مجھ سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے....؟"

"اپنے مالک کا راز دار تھا نہ چاہتا ہو گا کہ مرنے کے بعد اُس کی بدنامی ہو۔ آخر شادی شدہ آدمی تھا۔!"

"تمہاری یہ دلیل مجھے مطمئن نہیں کر سکتی۔!"

"اُوہ فکر نہ کرو.... یہ سب احمق اور احساس کمتری کے شکار ہیں۔ ان کے فرشتے بھی ہم تک نہیں پہنچ سکتے۔!"

"اور اگر پہنچ گئے تو....؟"

"وہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ملازم اپنے پچھلے بیان سے منحرف ہو جائے اور ہو سکتا ہے باس ہی نے اُس کا کوئی انتظام کر دیا ہو۔!"

"ناممکن ہے.... باس نے اُسے بھی تمہارے ہی ذمے ڈالا تھا۔ یہ بہت بُرا ہوا بہت ہی بُرا۔!"

"میں اُسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔!"

"مجھے باخبر رکھنا.... اب جاؤ.... تم نے مجھے بے اطمینانی میں مبتلا کر دیا ہے۔!"

وہ اٹھ گیا۔ گفتگو کا یہ حصہ صفدر کے لئے اہم تھا اور عقلمندی کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ فوری طور پر عمران کو اس سے مطلع کرنے کی بجائے اُس آدمی کا تعاقب شروع کر دیتا۔ لہٰذا اُس نے پاؤلین کو تو وہیں چھوڑا اور کاؤنٹر پر بل ادا کر کے اُس آدمی کے پیچھے چل پڑا۔



پاؤلین اپارٹمنٹ کا صدر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ راہداری کا بلب روشن کیا اور لیونگ روم میں پہنچ کر وہاں بھی روشنی کی ہی تھی کہ اُچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی کیونکہ سامنے والی کرسی پر ایک اجنبی بیٹھا ہوا نظر آیا تھا۔ پھر وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اُس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ انداز میں اتنا اپنا پن تھا کہ وہ خاموش ہی رہ گئی۔

بہ آہستگی اٹھ کر وہ اُس کے قریب پہنچا اور جیب سے ایک پرچہ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔ جس پر جرمن زبان میں ٹائپ کیا ہوا مختصر سا مضمون تھا۔

"تمہارا اپارٹمنٹ اُن لوگوں نے بگڈ کر دیا ہے۔ تمہاری ساری گفتگو سن لیں گے۔ میجر فہیم کے ملازم نے انہیں تمہارے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے اور وہ تم تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ تم فی الحال اس آدمی کے ساتھ اپارٹمنٹ ہی میں ٹھہرو اور جب دروازے پر تین بار ہلکی دستک سنو تو اس کے ساتھ باہر آجاؤ۔ یہ تمہیں محفوظ مقام پر پہنچا دے گا۔ اس سے کسی قسم کی گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس دستک سننے کی منتظر رہو۔ کسی قسم کا سامان ساتھ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ آدمی اچھی طرح جانتا ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے۔!"

پاؤلین نے طویل سانس لی اور اُس آدمی کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ یوروپین ہی معلوم ہوتا تھا لیکن وہ اُس کی قومیت کا اندازہ نہ لگا سکی۔ تحریری ہدایت کے مطابق وہ اُس سے کچھ پوچھ بھی نہیں سکتی تھی۔ خاموشی سے بیٹھ گئی اور وہ بھی سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اسی طرح قریباً پون گھنٹہ گزر گیا۔ پھر اُس نے دروازے پر تین بار ہلکی دستک سنی اور اس کے اٹھنے سے پہلے ہی وہ آدمی اٹھ گیا۔

دونوں بہت احتیاط سے باہر نکلے۔ اجنبی بہت زیادہ چوکنا لگ رہا تھا۔ وہ اُسے گاڑی کے قریب آیا اور اُس کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بیٹھ گئی تو دروازہ بند کیا اور گھوم کر اسٹیئرنگ سائیڈ پر آیا۔

گاڑی بہت تیز رفتاری سے روانہ ہوئی تھی۔ وہ بار بار اُس کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔ کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن تحریری ہدایت یاد آجانے پر خاموش ہی رہ جاتی اور وہ خود تو تھا ہی خاموش۔

پھر پاؤلین نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ گاڑی شہر کی طرف نہیں جارہی تھی۔ پاؤلین نے سوچا کہ وہ محفوظ مقام شہر سے باہر ہی کہیں ہوگا اور اطمینان سے بیٹھی رہی۔

اس سفر کا اختتام ایک تاریک اور سنسان جگہ پر ہوا تھا۔ انجن بند کر کے اجنبی نے اس سے جرمن میں کہا۔ "کچھ دور پیدل چلنا پڑے گا۔!"

"کوئی بات نہیں۔!" پاؤلین نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ دونوں گاڑی سے اُتر گئے.... اور اجنبی اُس کے دروازوں کو مقفل کرنے لگا۔

"پاؤلین سوچ رہی تھی کہ وہ اُس سے کچھ بات کرے یا نہ کرے اور بات بھی کیا کرے۔ ضروری نہیں کہ وہ اُس سے زیادہ کچھ جانتا ہو جس کے لئے اُسے ہدایات ملی ہوں گی۔!"

بہر حال وہ ایک جانب چل پڑے۔ اجنبی نے ٹارچ روشن کر لی تھی۔ ویرانہ ہی تھا لیکن راستہ خراب نہیں تھا۔ وہ ایسے کھیتوں کے درمیان سے گزر رہے تھے جن کی روئیدگی ابھی ابتدائی مراحل میں تھی۔

سفر کا یہ حصہ زیادہ طویل نہیں ثابت ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک فارم ہاؤز میں داخل ہوئے جہاں کمروں میں بڑے بڑے کیروسین لیمپ روشن تھے اور کچن میں تلی جانے والی مچھلی کی خوش گوار بو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ پاؤلین کو یہ بو خوش گوار ہی محسوس ہوئی تھی کیونکہ اُس نے ابھی تک رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ سی بریز میں مچھلی کا ایک آدھ ہی پیس لیا تھا اور شائد دو کپ کافی کے پیے تھے۔ بہر حال یہ تین گھنٹے پہلے کی بات تھی۔

کھانا وہ اپارٹمنٹ ہی میں کھاتی تھی۔ لیکن اس کی نوبت ہی کب آنے پائی تھی۔

اجنبی نے ایک کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا لیکن جیسے ہی وہ اندر پہنچی اُسے ایسا لگا جیسے اُس کا سارا جسم جھنجھنا اٹھا ہو۔ کیونکہ سامنے ہی میجر فہیم کا گمشدہ ملازم ایک اسٹول پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اجنبی دیکھ کر وہ اٹھ گیا اور پاؤلین تیزی سے اجنبی کی طرف مڑی۔

"کھیل ختم ہو چکا ہے۔!" اجنبی مسکرا کر بولا۔

"کک.... کیا مطلب....؟"

"اس محفوظ مقام پر تم اس آدمی کو دیکھ کر کیا محسوس کر رہی ہو۔!"

"مم.... میں کیا جانوں.... پتا نہیں تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔!"

"اُدھر بھی دیکھو....!" اُس نے بائیں جانب اشارہ کیا۔ پاؤلین بوکھلا کر اُدھر متوجہ ہو گئی۔ ایک گوشے میں ایک آدمی کھڑا دکھائی دیا جس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔

"یہ سب کیا ہے....؟" وہ بدحواس ہو کر بولی۔

"میں کچھ نہیں جانتا....!" اجنبی نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ.... جس نے تمہیں یہاں بلوایا ہے وہی بتائے گا۔!"

"کیا میرے ساتھ کوئی غیر قانونی حرکت ہوئی ہے....؟" پاؤلین نے کسی قدر دلیر بننے کی کوشش کی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے۔ اُسے وہاں بٹھا کر اجنبی باہر چلا گیا اور وہ میجر فہیم کے ملازم سردار سے نظریں چراتی رہی۔

سردار پھر بیٹھ گیا تھا اور اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر ایک ہونق سا دیسی آدمی اُس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اُس نے مقامی زبان میں میجر فہیم کے ملازم سے کچھ پوچھا تھا جس کا جواب اُس نے اثبات میں سر ہلا کر دیا تھا۔

"تو وہ تم تھیں۔!" اُس نے پاؤلین کی طرف مڑ کر پوچھا۔ سوال جرمن ہی میں کیا گیا تھا۔

"پتا نہیں.... تم لوگ کون ہو اور کیا کر رہے ہو؟" پاؤلین نے کانپتی ہوئی سی آواز میں کہا۔

"اگر تم نے عقلمندی کا ثبوت دیا تو ہم لوگ اتنے بُرے بھی نہیں ثابت ہوں گے۔!"

"کیا چاہتے ہو....؟"

"باڈل دے سوف کی واپسی....!"

"یہ کیا چیز ہے....؟"

"وہی پینٹنگ جس کے لئے میجر فہیم کا قتل ہوا تھا۔!"

"میں کسی میجر فہیم کو نہیں جانتی۔!"

"کیا تمہارا نام پاؤلین بریڈا نہیں ہے....؟"

"ہے کیوں نہیں....!"

"کیا یہ میجر فہیم کا وہ ملازم نہیں ہے جو تمہارے سلسلے میں اس کا راز دار تھا....؟"

"یہ بات سرے ہی سے میری سمجھ میں نہیں آرہی۔!"

"ہو سکتا ہے تھوڑی سی اذیت تمہیں بہت کچھ یاد دلا دینے میں ممد و معاون ثابت ہو۔!"

"اس طرح میرا اغوا ایک غیر قانونی حرکت ہے۔!"

"قانون سے کھیلنا ہی ہمارا پیشہ ہے۔ میجر فہیم کے ملازم کے اغواء پر تو آئی ایس آئی والوں بھی چکر آرہے ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"یہ غیر قانونی طور پر یہاں پایا جاتا ہے اور آئی ایس آئی والوں نے اُس وقت اُس کی طرف توجہ دی جب یہ ہمارے قابو میں آگیا۔ ہاں تو تمہاری بچت اس میں ہے کہ پینٹنگ کے بارے میں سچی بات بتادو۔!"

"میں کچھ نہیں جانتی۔!"

"اور میجر فہیم کے اس ملازم کو بھی نہیں پہچانتیں۔!"

"نہیں....!" وہ سخت لہجے میں بولی۔

"تب تو پھر میک ہاور ہی کا گریبان تھامنا پڑے گا۔!" نووارد نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب....؟" وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"مطلب یہ کہ تم اپنی حکومت کو ڈبل کراس کر رہی ہو۔ میک ہاور کا تعلق مشرقی جرمنی سے ہے۔ جب کہ تم مغربی جرمنی کے سفارت خانے میں کام کرتی ہو۔!"

"میں کسی میک ہاور کو نہیں جانتی۔!"

"کیا تم چاہتی ہو کہ تمہیں اس ملازم سمیت آئی ایس آئی کے حوالے کر دیا جائے۔!"

"نن.... نہیں....!"

"تو پھر سچی بات.... ورنہ وہ لوگ تمہارا تعلق میک ہاور سے ثابت کر دیں گے۔ تم بہت دنوں سے آئی ایس آئی والوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہو۔ میجر فہیم کے ذریعے نہ جانے کتنے راز حاصل کر چکی ہو۔!"

وہ تھوک نگل کر رہ گئی۔ پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں.... حلق خشک ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"تم لوگ کون ہو.....؟"

"سیدھے سادھے الفاظ میں بلیک میلرز.....!"

"تو تمہارا تعلق کسی سرکاری مشینری سے نہیں ہے.....؟"

"اگر ہوتا تو تمہارے یا اس ملازم کے اغواء کی کیا ضرورت تھی۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ اب ٹھنڈے دل سے اس مسئلے پر غور کرنا چاہتی تھی۔

"مجھے کچھ پینے کے لئے دو.....!"

"چائے، کافی، ٹھنڈا پانی یا لیکر.....؟"

"لیکر.....!"

نووارد نے ایک سائیڈ بورڈ سے ڈرائی جن کی بوتل اور گلاس نکالا۔

"یہاں اس وقت برف کی فراہمی مشکل ہے۔ پانی ملاؤ گی یا نیٹ ہی چلے گی۔!"

"نیٹ.....!" وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

دو تین گھونٹ لینے کے بعد اعصاب کی کشیدگی میں کسی قدر کمی ہوئی تھی اور وہ سوچنے لگی تھی کہ اب اُس کا رویہ کیا ہونا چاہئے۔

"تو تم بلیک میلر ہو.....!" وہ گلاس خالی کر کے بولی۔

نووارد نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"اور ہمیں بلیک میل کرنا چاہتے ہو..... لیکن کس سلسلے میں.....؟"

"پینٹنگ ہمارے قبضے میں ہونی چاہئے۔ ورنہ تم خصوصیت سے بہت زیادہ خسارے میں رہو گی۔!"

"پینٹنگ میرے قبضے میں نہیں ہے۔ میں نے تو اُسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔!"

"اور شاید میجر فہیم پر گولی بھی نہیں چلائی تھی۔!"

"یہ حقیقت ہے..... میرا کام صرف اتنا تھا کہ میک ہاور کو میجر کی تجربہ گاہ تک پہنچا دیتی۔!"

"تو تمہیں پہلے سے علم تھا کہ پینٹنگ میجر فہیم کے پاس ہے۔!"

"قتل سے ایک رات قبل اُس نے مجھے بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ دوسرے دن وہ اسے اپنی تجربہ گاہ میں لے آئے گا اور میری مدد سے اس کا معمہ حل کرنے کی کوشش کرے گا۔!"

"محض اس لئے کہ تم جرمن تھیں.....؟"

"یہی بات ہے۔!"

"اور تم نے میک ہاور کو اس سے آگاہ کر دیا۔!"

وہ اثبات میں سر ہلا کر پھر ڈرائی جن کی بوتل کی طرف دیکھنے لگی اور نووارد نے گلاس کو دو

لبریز کر دیا۔

"تم اُس پینٹنگ کو کیوں حاصل کرنا چاہتے ہو....؟"

"انٹر نیشنل مارکیٹ کے لئے۔!"

"اگر ہم ہی تمہیں کوئی بہت بڑی رقم ادا کر دیں تو....!"

"یہ بھی ممکن ہے لیکن ہمیں یہ کس طرح معلوم ہو گا کہ قیمت مناسب ہے۔!"

"ہو سکتا ہے کہ تم لوگ بہت زیادہ تیز ہو۔ لیکن مغربی ممالک کے لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے

"کیا مطلب....؟"

"اگر پینٹنگ تمہارے قبضے میں آئی تو کوئی اور تمہاری گردن کاٹ دے گا۔ اس لئے منا

یہی ہے کہ جو کچھ ہم سے مل جائے اُسی پر قناعت کرو۔!"

"عقلمندی کی بات ہے۔!" نووارد سر ہلا کر بولا۔

"بس تو پھر مجھے جانے دو.... میں تمہارے معاملات میک ہاور سے طے کرا دوں گی۔!"

"میں اتنا عقلمند بھی نہیں ہوں کہ تمہیں جانے دوں۔!"

"تو پھر بات کیسے بنے گی....؟"

"اس طرح کہ تم مجھے میک ہاور کا پتا بتاؤ گی۔!"

وہ ہنس پڑی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے نووارد کو پرلے درجے کا احمق سمجھتی ہو۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے....؟"

"میک ہاور اتنا احمق نہیں ہے کہ کسی کو اپنا پتا دے گا۔ اُسے جب بھی ضرورت ہوتی ہے

ہی مجھ سے ملتا ہے۔!"

"پھر تم نے اُس تک میجر فہیم کی بات کیسے پہنچائی تھی....؟"

"اُسے علم تھا کہ آئی ایس آئی کے ایک آفیسر سے میرے تعلقات ہیں۔ لہٰذا اس نے خو

مجھ سے رابطہ قائم کر کے پینٹنگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کو کہا تھا۔ پھر دوسر

دن دوبارہ ملا تھا اور میں نے اُسے آگاہ کر دیا تھا کہ میجر فہیم اُس پینٹنگ کو گھر لائے گا۔!"

"اور اب ضروری نہیں کہ وہ پھر مستقبل قریب میں تم سے دوبارہ ملے۔!"

"یہ بھی ممکن ہے۔!"

"اچھا اگر میں تمہیں جانے دوں تو تم کس طرح اُس سے رابطہ قائم کرو گی....؟"

"بس منتظر رہوں گی کہ وہ پھر کب مجھ سے ملتا ہے۔!"

"اور اس دوران میں وہ پینٹنگ ملک سے باہر چلی جائے گی۔!" نووارد بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"اس کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔!"

"خیر، خاک ڈالو پینٹنگ پر۔ یہ بتاؤ کہ تم اتنی خوب صورت کیوں ہو....؟"

"کیا مطلب....؟"

"خوب صورتی کا مطلب بتانا بے حد دشوار ہے۔ ویسے پینٹنگ نہ سہی تم ہی سہی۔!"

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہہ رہے ہو....؟"

"اب تم.... ہمارے ہی ساتھ رہو گی۔!"

"یہ تو بالکل فضول سی بات ہے۔ میری گمشدگی پر سفارتخانہ خاموش نہیں بیٹھے گا۔ پولیس ت میں آجائے گی۔!"

"پولیس ہر وقت حرکت میں رہتی ہے۔ کیونکہ حرکت ہی میں برکت ہے۔!"

"کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی۔!"

"ضرورت بھی کیا ہے کچھ سمجھنے کی۔ اتنا ہی کافی ہے کہ تم مجھے اچھی لگی ہو۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ غصیلی نظروں سے اُسے گھورتی رہی۔ ڈرائی جن کے دو گلاس نے اُس کے ماب کو سہارا دے دیا تھا۔

نووارد نے کہا۔ "تمہیں مشرقِ وسطیٰ کے کسی شیخ کے ہاتھ فروخت کر کے خاصی کمائی کروں گا۔!"

"تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔!" وہ کھڑی ہو کر زور سے چیخی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں نووارد تھ اس کے بائیں شانے پر پڑا اور وہ لہرا کر دھم سے فرش پر آرہی اور اس کا ذہن تاریکی میں ناچلا گیا۔



صفدر نے رات ہی کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ عمران کو دینی چاہی تھی لیکن وہ اُن ٹیلی فون روں میں سے کسی پر بھی اُسے نہیں ملا تھا۔ جو اُس کی نوٹ بک میں درج تھے۔

دوسری صبح کو پھر کوشش کی اور بالآخر سائیکو مینشن میں اُس سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"فوراً یہیں چلے آؤ....!" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ "میں بڑی دشواری
پڑ گیا ہوں۔ سیدھے میرے کمرے میں آجانا....!"

عمران کی زبان سے لفظ "دشواری" سن کر اُسے حیرت ہوئی تھی اور وہ بھاگم بھاگ
سائیکو مینشن پہنچا تھا۔

عمران کے کمرے کے بند دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

"آجاؤ....!" اندر سے آواز آئی اور صفدر نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا ہی تھا کہ ایسا محسوس
ہوا جیسے آٹھویں منزل سے پھسل کر سڑک پر آگرا ہو۔

پاؤلین عمران کے سامنے بیٹھی اُسے قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہی تھی۔

"بہت اچھا ہوا تم آگئے۔ اب تم ہی سمجھاؤ۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"کک.... کیا مطلب....!" صفدر ہکلا کر رہ گیا۔ پاؤلین اب اُس کی طرف متوجہ ہو گئی
آنکھوں کی قہرناکی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"یہ درد دل کا مطلب نہیں سمجھتی۔!" عمران بولا۔

"اس کے ملک میں ہوتا ہی نہ ہوگا۔!"

"یہ مولوی صفدر سعید ہیں۔!" عمران نے انگریزی میں تعارف کرایا۔

"تم سب جہنم میں جاؤ....!" وہ دہاڑی۔

"مجھے پہلے ہی خدشہ تھا۔ اسی لئے مسٹر کی بجائے مولوی استعمال کیا تھا۔!" عمران نے
میں صفدر کو مخاطب کیا۔

"آخر بات کیا ہے....؟" صفدر نے پوچھا۔

"پچھلی رات مجھے ایک جگہ سڑک کے کنارے بے ہوش پڑی ملی تھیں۔ یہاں اٹھا لایا
کا بدلہ یہ دیا کہ ہم پر بلیک میلنگ کا الزام لگا رہی ہیں۔!"

"تم اُس بلیک میلر کے ساتھی معلوم ہوتے ہو۔ جھوٹ مت بولو۔!" وہ بدستور قہر آلود
میں بولی۔

"کسی طرح یقین ہی نہیں آتا کہ ہم فارورڈنگ کلیرنگ کا کام کرتے ہیں۔!"

"اگر یہ سچ ہے تو مجھے جانے دو.... زبردستی یہاں کیوں روک رکھا ہے۔!"

"پتا نہیں سڑک پر کیا کرتی پھرو....!" عمران بولا۔

"بکواس مت کرو.... میں بالکل صحیح الدماغ ہوں۔!"

"اچھا بتاؤ کتنی انگلیاں ہیں۔!" عمران اپنی تین انگلیاں دکھا کر بولا۔

"میں تمہارے سر پر کرسی دے ماروں گی۔!" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دیکھو.... اب خود ہی دیکھ لو....!" عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر بے بسی سے کہا۔

صفدر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کہنا چاہئے۔ پتا نہیں کس طرح عمران کے ہاتھ لگ گئی تھی اور اب وہ کیا کر رہا تھا۔

"میں تم لوگوں کے خلاف حبس بیجا کا مقدمہ قائم کر دونگی۔!" وہ عمران کو گھونسہ دکھا کر بولی۔

"تم چاند پر چلی جاؤ.... میری بلا سے۔!"

"پتا نہیں کن پاگلوں کے ہتھے چڑھ گئی ہوں۔!"

"تم سڑک کے کنارے کیوں بیہوش پڑی ہوئی تھیں....؟"

"میری مرضی۔!"

"لہٰذا میری مرضی یہ ہے کہ اب کچھ دن یہاں بھی قیام کرو۔!"

"میں ایک سفارتخانے سے تعلق رکھتی ہوں تم سب گرفتار کر لئے جاؤ گے۔!"

"یہ اُسی صورت میں ممکن ہوگا جب تم یہاں سے نکل پاؤ گی۔!"

"آخر تم مجھے یہاں کیوں روکنا چاہتے ہو۔!"

"تم سے دوستی کروں گا.... اچھی لگتی ہو۔!"

اُس کے منہ سے مغلظات کا طوفان اُمنڈ پڑا.... اور عمران بے بسی سے صفدر کی طرف دیکھتا رہا۔ صفدر کو ہنسی آ گئی۔

"تم ہنس رہے ہو.... سر توڑ دوں گا۔!"

"آپ کو رپورٹ بھی دینی ہے۔ اشد ضروری ہے۔ پچھلی رات سے کوشش کر تا رہا ہوں۔ شائد آپ ان محترمہ میں الجھے ہوئے تھے۔!"

"اچھا اچھا....!" عمران اٹھتا ہوا پاؤلین سے بولا۔ "میں جا کر دیکھتا ہوں۔ اگر راستہ صاف ہوا تو تمہیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔!"

کمرے سے نکل کر عمران نے دروازہ مقفل کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے اُس کے حسن کی تعریف کی تھی۔ میں نے کہا قریب سے کیوں نہ دیکھوں۔ واقعی تم بہت خوش ذوق معلوم ہوتے ہو۔!"

"شکریہ.... لیکن آپ اُس کا کیا کریں گے....؟"

"تمہیں جیلی پسند ہے یا جام....!"

"اپنی بات کیجئے۔!"

"مسور کی دال سلیمانی....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

صفدر اُسے اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔

"پچھلی شام میں نے سی بریز سے آپ کو فون کیا تھا۔!" اُس نے کہا۔

"مجھے یاد ہے۔!"

"وہ اپنی میز پر تنہا تھی۔ تھوڑی دیر بعد دو مرد اور ایک عورت اس کے شریک ہو گئے پھر ایک عورت اور ایک مرد چلے گئے۔ دوسرا مرد وہیں بیٹھا رہا۔ ان دونوں کے درمیان میجر فہیم کے گمشدہ ملازم سے متعلق گفتگو ہوئی تھی۔ گفتگو سے اندازہ ہوتا تھا کہ مرد اُسے قتل کر دینے کے لئے تلاش کر رہا ہے۔ بس پھر میں نے پاؤلین کا تعاقب ترک کر کے اُس کا تعاقب شروع کر دیا۔!"

"بہت اچھے جا رہے ہو....!"

"وہ وہاں سے انٹر کون کے کمرہ نمبر ایک سو گیارہ میں گیا تھا۔ وہاں سے نکلا تو ایک آدمی اور اُس کے ساتھ تھا اور آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ اُس دوسرے آدمی کی ناک کا بایاں نتھنا۔!"

"شگاف دار تھا....!" عمران جلدی سے بولا۔

"جی ہاں۔!"

"اچھا تو پھر....؟"

"تو پھر یہ کہ میں نے تمام تر توجہ اُسی آدمی کی طرف مبذول کر دی۔ کیونکہ آپ نے اُس سے متعلق مجھے خصوصی ہدایات دی تھیں۔!"

"جی خوش کر دیا تم نے۔ شاباش.... آگے چلو....!"

"اُن دونوں نے رات کا کھانا ریالٹو میں کھایا تھا۔ اُس کے بعد دوسرا آدمی پھر انٹر کون ہی واپس آ گیا تھا۔ وہ کمرہ نمبر ایک سو گیارہ میں مقیم ہے۔!"

"اور تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو....؟"

"فکر نہ کیجئے.... اُس کے بعد سے اُس پر سے نظر ہٹا لینا عقلمندی نہ ہوتی۔ لہٰذا اب نعمانی اُس کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔!"

"اچھا تو سنو.... اب اُس کی نگرانی اس طرح ہونی چاہئے کہ اُسے نگرانی کا شبہ ہو جائے۔!"

"میں نہیں سمجھا....؟"

"میں اُس پر نگرانی کا ردعمل دیکھنا چاہتا ہوں۔!" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اُس کا بہترین طریقہ یہ ہوگا کہ تم اپنی فوجی وردی نکالو اور اُسے پہن کر اُس کی نگرانی کرو۔ یعنی اُس کے کمرے کے سامنے اپنی وردی پہن کر اس طرح جم جاؤ جیسے تمہیں خصوصیت سے اُس پر متعین کیا گیا ہو۔!"

"کیا وہ کوئی بہت اہم آدمی ہے۔!"

"اہم ترین.... اس وقت پینٹنگ اُسی کے قبضے میں ہے اور میجر فہیم کا قاتل بھی وہی ہے۔!"

"اوہ.... تب تو ہم اُس پر ٹوٹ کیوں نہیں پڑتے....؟"

"اس طرح شاید پینٹنگ ہاتھ نہ آسکے۔ بس تم ٹھیک ڈیڑھ گھنٹے بعد وہاں پہنچ جانا اور میں اس عرصے میں دوسرے انتظامات کروں گا۔!"

"اور یہ بے چاری۔!"

"اسے یہیں بند رہنے دو.... واپس آکر پھر دیکھ لینا....!" عمران ایک آنکھ دبا کر مسکرایا۔



اس نے روم سروس کے توسط سے کمرے میں شراب طلب کی تھی اور جب ویٹر نے آرڈر کی تعمیل کے لئے دروازہ کھولا تو اُس کی نظر اُس فوجی پر پڑ گئی جو راہداری میں عین اس کے کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔

ویٹر شراب کی ٹرے میز پر رکھ کر چلا گیا۔ اُس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ وہ کچھ دیر تک ساکت و صامت بیٹھا رہا پھر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا اور فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر قفل کے سوراخ سے آنکھ لگادی۔ فوجی صاف نظر آرہا تھا اور اُس کی نظر اُس کے کمرے کے دروازے پر ہی تھی۔

طویل سانس لے کر وہ اٹھ گیا۔ کم از کم اُس کے لئے بڑی عجیب بات تھی۔ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی اُس تک پہنچ سکے گا۔ لیکن یہ لوگ بالکل گھامڑ ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اُس نے سوچا نگرانی ہی کرارہے تھے تو سادہ لباس والوں کو استعمال کیا ہوتا۔ یہاں کی آئی ایس آئی ناکارہ لوگوں پر مشتمل معلوم ہوتی ہے۔

بہر حال اب اُسے کچھ کرنا چاہئے۔ تھوڑی دیر تک شراب اور تمباکو سے شغل کرتا رہا۔ اس کے بعد پھر قفل کے سوراخ سے راہداری میں جھانکنے لگا۔ فوجی اب بھی وہیں اُسی طرح کھڑا نظر آیا۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اُس کے گرد جال پھیلا دیا گیا ہے۔ خیر دیکھا جائے گا۔

اس نے ہوٹل کے ٹیلی فون ایکس چینج سے ڈائرکٹ لائن مانگی اور پھر کسی کے نمبر ڈائیل کر کے جرمن میں بولا۔ "ٹام فیلر بول رہا ہوں۔ فوراً ہوٹل پہنچو۔ میری گاڑی شیڈ نمبر ستائیس میں کھڑی ہوئی ہے۔ دیکھو کہ کوئی اس کی نگرانی تو نہیں کر رہا۔ ہوٹل کے قریب کے کسی فون پر مجھ سے میرے کمرے میں رابطہ قائم کرنا۔!"

دوسری طرف سے جواب سن کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔

تقریباً دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی تھی۔ اُس نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "شیڈ نمبر ستائیس کے آس پاس کوئی ایسا نظر نہیں آیا جس پر نگرانی کرنیوالے کا شبہ کیا جا سکے۔!"

"راہداری میں عین میرے کمرے کے سامنے ایک فوجی کھڑا ہوا ہے۔ لیکن ٹھہرو..... میں پھر دیکھ لوں۔!"

ریسیور میز پر رکھ کر دروازے کے قریب آیا اور قفل کے سوراخ سے جھانکنے لگا۔ لیکن فوجی نہ دکھائی دیا۔ اٹھ کر دروازے میں تھوڑا سا درہ کیا اور کچھ دور تک اِدھر اُدھر نظر دوڑائی لیکن فوجی کا کہیں پتا نہ تھا۔ پھر دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ راہداری ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنسان پڑی تھی۔

طویل سانس لے کر اندر واپس آیا اور ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا۔ "میرے کمرے میں آجاؤ..... لیکن ایک جوان العمر اور کلین شیو فوجی کو دھیان میں رکھنا..... اگر کہیں نظر آجائے تو پھر کمرے میں آنے کی بجائے واپس جاکر مجھے فون پر اطلاع دینا۔!"

"اور دوسری صورت میں.....!" پوچھا گیا۔

"سیدھے کمرے ہی میں چلے آنا۔!"

قریباً دس منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اُس نے اونچی آواز میں اندر آنے کی اجازت دی اور ایک سفید فام آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا قصہ ہے جناب.....!" اُس نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ میجر فہیم کا ملازم اُن کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ پاؤلین کہاں ہے.....؟"

"اپنے آفس میں ہو گی اس وقت....!" نووارد نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔
"اُسے رنگ کرو....!" اُس نے فون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
نووارد نے ایکس چینج سے لائن مانگ کر نمبر ڈائیل کئے۔ کسی کو مخاطب کیا اور کچھ دیر سنتا رہا۔ پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر اُس سے بولا۔ "نہیں! وہ ابھی تک آفس نہیں پہنچی اور نہ ہی اطلاع دی ہے کہ دیر سے پہنچے گی۔ اس کے سلسلے میں یہ غیر معمولی بات ہے۔!"
"ہوں....!" اس نے طویل سانس لی۔ کچھ سوچتا رہا اور پھر بولا۔ "اُس کے اپارٹمنٹ میں بھی دیکھو۔!"
نووارد نے پھر ریسیور اٹھایا۔ کئی بار نمبر ڈائیل کئے لیکن جواب نہ ملا۔
"نہیں جناب....!" نووارد اس کی طرف دیکھ کر بولا۔ "وہ اپارٹمنٹ میں بھی نہیں ہے۔!"
"تب تو پھر اس کا امکان ہے کہ وہ بھی اُن کے ہاتھ لگ گئی ہو۔!"
"میجر فہیم کا ملازم صرف اُسکا صورت آشنا تھا۔ اُس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔!"
"اُنہیں اس کا حلیہ تو بتا سکا ہو گا۔!"
نووارد کچھ نہ بولا۔
تھوڑی دیر تک کمرے کی فضا پر بوجھل سی خاموشی طاری رہی۔ پھر اُس نے کہا۔
"میرا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا.... لیکن ٹھہرو۔!"
وہ ہاتھ اٹھا کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نئے خیال نے اُس کی زبان روک دی ہو۔
"کیا پاؤلین کو علم ہے کہ میں یہاں مقیم ہوں....؟" اس نے اچانک نووارد سے سوال کیا۔
"نہیں.... وہ نہیں جانتی۔!"
"تب پھر یہاں اُس فوجی کی موجودگی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔!"
"مجھے تو کہیں کوئی فوجی نہیں دکھائی دیا۔!" نووارد بولا۔
"ٹھہرو....!" اُس نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ قفل کے سوراخ سے پھر جھانکا سامنے وہی فوجی کھڑا دکھائی دیا۔ پلٹ کر نووارد کو اشارے سے قریب بلایا اور سرگوشی کی "دیکھو"
وہ پیچھے ہٹ آیا اور نووارد راہداری میں جھانکنے لگا۔
اور پھر اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ وہ اُس کی طرف مڑ کر احمقانہ انداز میں سر ہلانے لگا۔

"ادھر آؤ.....!" اُس نے نووارد کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور بیڈ روم میں پہنچ کر اید سوٹ کیس کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "یہ تمہاری ذمے داری ہے۔ میں یہاں سے نکل رہ ہوں۔ وہ فوجی میرا تعاقب کرے گا اور تمہیں بھی یہاں سے نکل جانے کا موقع مل جائے گا۔ یہ سوٹ کیس بحفاظت اپنے ٹھکانے تک لے جانا اور پھر وہیں میرے منتظر رہنا جب تک میں نہ پہنچوں باہر مت نکلنا۔!"

"بہت بہتر جناب.....!"

اُس نے کوٹ پہنا اور کمرے سے نکلا چلا گیا۔ فوجی کی طرف سے عدم توجہی کا اظہار ایسے موقع پر لازمی تھا۔

وہ آگے بڑھتا چلا گیا اور جب راہداری کے سرے پر مڑنے لگا تو اچٹتی سی نظر فوجی پر ڈالی لیکن وہ تو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا۔

لفٹ کی طرف اسی لئے نہیں گیا تھا کہ زینوں کی جانب مڑتے وقت فوجی کا رویہ دیکھ سکے۔

کیا وہ اُس کے پیچھے نہیں آئے گا۔ احمق کہیں کا۔ اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ تیزی سے زینے طے کرتا ہوا نیچے اُترنے لگا۔ گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر اُس نے بڑی احتیاط سے اپنے گردوپیش کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ گیا۔

شیڈ نمبر ستائیس سے اپنی گاڑی نکالی اور تعاقب کے خدشے سمیت ایک جانب روانہ ہو گیا۔ ایسی سڑکوں پر جہاں ٹریفک کی زیادتی تھی تعاقب کا اندازہ لگانا محال تھا۔ اس لئے فرار کی راہ متعین کرنے سے قبل اُس نے گاڑی کو ایسے راستوں پر ڈالنے کی کوشش کی جہاں وہ شبہے کو یقین میں بدل سکتا اور پھر تھوڑی دیر بعد اُسے اپنی بوکھلاہٹ پر ہنسی آنے لگی۔ کیونکہ اُسے اپنے تعاقب میں کوئی گاڑی نہیں دکھائی دی تھی۔ وہ پھر گاڑی کو شاہراہ پر نکال لایا..... اور اپنے اُس ساتھی کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہو گیا جسے سوٹ کیس سمیت ہوٹل کے کمرے میں چھوڑ آیا تھا۔ اُس کے اندازے کے مطابق اب تک وہ اپنی قیام گاہ پر پہنچ چکا ہو گا۔ یہ اندازہ بھی غلط نہیں نکلا تھا لیکن ساتھی کے سر پر پٹی بندھی نظر آئی۔ "یہ کیا ہوا.....؟" اُس نے بے ساختہ کہا۔

"مجھے بے حد افسوس ہے۔!" ساتھی نے کراہ کر کہا۔

"کس بات پر افسوس ظاہر کر رہے ہو.....؟"

"سوٹ کیس مجھ سے چھین لیا گیا۔!"

"اوہ.... پرواہ مت کرو....!" وہ جلدی سے بولا۔ "لیکن یہ ہوا کیسے....؟"

"آپ کے جانے کے بعد وہ فوجی دو تین منٹ تک وہیں رکا رہا تھا۔ پھر میں نے قفل کے سوراخ سے دیکھا کہ وہ بھی وہاں سے ہٹ گیا ہے۔ اس کے بعد میں کمرے سے نکلا اور تیزی سے سنسان راہداری طے کرنے لگا۔ یقین کیجئے میں بے خبری میں مارا گیا تھا۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اچانک کسی کمرے سے برآمد ہو کر میرا سر دیوار سے ٹکرا دے گا۔ میں اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ بے ہوش ہو گیا اور دوبارہ ہوش آنے پر معلوم ہوا کہ وہ اپنا کام کر گیا ہے۔ یعنی سوٹ کیس میرے قبضے سے نکل چکا تھا اور ہوٹل کے چند ملازمین میرے لئے فرسٹ ایڈ کی تیاریاں کر رہے تھے۔!"

"کیا تمہارا گیراج مقفل ہے۔!" اُس نے پوچھا۔

"نہیں....!" ساتھی نے جواب دیا۔

"اپنی گاڑی کی کنجی مجھے دو۔ میں اُسے کمپاؤنڈ میں نکال کر اپنی گاڑی گیراج میں کھڑی کروں گا۔!"

ساتھی نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا لیکن کچھ پوچھا نہیں تھا۔ کنجی نکال کر اس کے حوالے کی۔

"تم بے فکر رہو....!" اُس نے ساتھی سے کہا۔ "سوٹ کیس میں وہ چیز نہیں تھی جس کی انہیں تلاش ہے وہ تو میں نے اُنہیں چکر دینے کی کوشش کی تھی۔ وہ چیز میری گاڑی کے ڈکے میں محفوظ ہے۔!"

"اوہ....!" ساتھی بے اختیار مسکرا پڑا۔ پھر مسمسی صورت بنا کر اپنے سر کی چوٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

وہ کمپاؤنڈ میں آیا۔ گیراج سے ساتھی کی گاڑی نکالی اور اپنی گاڑی گیراج میں کھڑی کر کے ڈکے کھولنے کے لئے جھکا ہی تھا کہ کوئی سخت سی چیز کمر سے آلگی۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔!" ساتھ ہی تحکمانہ لہجے میں کہا گیا۔ اس بار آواز کچھ جانی پہچانی سی لگی تھی۔ اُس کے ہاتھ سے کنجی چھوٹ پڑی اور وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"دونوں ہاتھ سر پر رکھو....!" پھر کہا گیا۔

اُس نے خاموشی سے تعمیل کی اور کمر پر پڑنے والے دباؤ کے زیر اثر سرکتا ہوا دیوار سے جا لگا۔

"کیپٹن اس کی جامہ تلاشی لو۔!" اُس نے پھر وہی جانی پہچانی سی آواز سنی اور کسی نے اُسے نیچے

سے اوپر تک ٹٹول کر رکھ دیا۔ بغلی ہولسٹر میں ریوالور موجود تھا جس کو قبضے میں کر لینے کے بعد
اُس کے شانے پکڑ کر تیزی سے مخالف سمت میں گھما دیا گیا اور سامنے کھڑے ہوئے آدمی نے
اُسے آنکھ مار کر کہا۔

"کہو کیسی رہی دوست....! اُس رات تم نے میری دعوت میں رخنہ ڈال کر ساری رات
بھوکے رہنے پر مجبور کیا تھا۔!"

"میں نہیں جانتا تم کون ہو اور کیا کہہ رہے ہو۔!" اُس نے کہا۔

"قصہ ختم کیجئے مسٹر عمران...!" بائیں جانب والے فوجی نے کہا۔ "یہ بلاشبہ میک ہاور ہے۔!"

"اور بڑی خوب صورت اردو بول سکتا ہے۔!" عمران بولا۔ "اور اس رات ڈاڑھی میں خود بھی
بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔!"

"یہ کیا بکواس ہے۔!" اُس نے سخت لہجے میں کہا۔ "کس قانون کے تحت تم لوگ میرے
ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہو۔ میں اٹلی کا ایک معزز تاجر ہوں۔ تمہاری حکومت کی درخواست پر
یہاں آیا ہوں۔!"

"ہتھکڑیاں لگنے کے بعد بھی معزز ہی رہو گے۔" عمران نے کہا اور باہر کھڑے ہوئے فوجیوں
میں سے ایک کو اندر آنے کا اشارہ کیا اور اُس نے کیپٹن برلاس کے حکم سے میک ہاور کے ہاتھوں
میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔

"یہ تو رہا میک ہاور....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اور پاؤلین بھی کچھ دیر بعد تمہارے پاس پہنچ
جائے گی۔ اُس کے ساتھ ہی ایک ٹیپ ریکارڈر بھی ہو گا جس میں تمہیں پاؤلین یہ کہتی ہوئی سنائی
دے گی کہ میک ہاور اُس کے توسط سے میجر فہیم کے بنگلے میں داخل ہوا تھا اور اُسی نے میجر فہیم کو
قتل بھی کیا تھا۔!"

"لیکن پینٹنگ کہاں ہے....؟" کیپٹن برلاس نے سوال کیا۔

"کیوں بھئی کہاں ہے....؟" عمران نے میک ہاور سے پوچھا۔

"کیسی پینٹنگ میں کچھ نہیں جانتا اور تم لوگوں کو اس کے لئے پچھتانا پڑے گا۔!"

"ذرا اس گاڑی کی ڈکی تو کھولو۔!" عمران نے پیروں کے قریب پڑی ہوئی کنجیوں کے گچھے کو
ٹھوکر مار کر کہا۔

"یہ قطعی غیر قانونی ہے۔!" میک ہاور حلق پھاڑ کر دھاڑا۔ اگر دو ریوالور اس کی جانب نہ اٹھے

ہوئے ہوتے تو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہونے کے باوجود بھی شاید اُن پر ٹوٹ پڑتا۔ ایک فوجی نے کنجی اٹھا کر ڈکے کھولی۔

ڈکے میں ایک بڑا سا پارسل رکھا ہوا نظر آیا۔ غالبًا پینٹنگ کو بڑی احتیاط سے واٹر پروف ملفوفات میں رکھا گیا تھا۔

"کیا خیال ہے۔!" عمران میک ہاور کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

لیکن میک ہاور کچھ نہ بولا۔ وہ دیوار سے لگا کھڑا اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے عنقریب پھیپھڑے جواب دینے والے ہوں۔ تصویر کی پیکنگ کھول ڈالی گئی لیکن اُس پر نظر پڑتے ہی میک ہاور اچھل پڑا۔ حیرت سے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ کیونکہ فریم میں تصویر کی بجائے صرف سیاہ رنگ کا کینواس نظر آرہا تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا....؟" عمران نے میک ہاور سے پوچھا۔

"میں نے۔!" وہ چونک کر بولا۔ "مم.... میں نہیں جانتا کہ ایسا کیونکر ہوا۔"

"بکواس مت کرو....!" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "اس سلسلے میں تم نے پہلے بھی دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ وہ سوٹ کیس یاد کرو جو تمہارا ساتھی ہوٹل والے کمرے سے نکال کر لے چلا تھا۔!"

اچانک میک ہاور نے سنبھالا لیا اور زور سے ہنس کر بولا۔ "آخر تم لوگ میرے خلاف کیا ثابت کرنا چاہتے ہو۔ کیا ایک ایسا فریم جس میں سیاہ رنگ کا کینواس لگا ہوا ہے اپنی گاڑی کے ڈکے میں رکھنا جرم ہے....؟"

"قطعی نہیں... کیونکہ ہم بہت جلد معلوم کرلیں گے کہ اس سیاہ کوٹنگ کے نیچے کیا ہے۔!"

میک ہاور نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ عمران کی آنکھوں میں فکر مندی کے آثار تھے۔



سر سلطان فون پر آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل سے الجھ پڑے تھے۔ دوسری طرف سے بھی ناخوشگوار ہی لہجے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آخر سر سلطان نے کہا۔ "وہ پینٹنگ میرے محکمے کے کسی آدمی کی تحویل سے غائب نہیں ہوئی تھی۔ اس کے باوجود بھی میرے آدمی نے اُس کی بازیابی کے سلسلے میں تمہارے محکمے کی مدد کی۔ میجر فہیم کے قاتلوں کو پکڑ کر تمہارے حوالے کردیا۔ اب

اور کیا کیا جائے۔!"

"لیکن پینٹنگ کہاں گئی....؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ شائد عمران بھی نہ بتا سکے۔!"

"پہلے خیال تھا کہ تصویر پر سیاہ رنگ پھیر دیا گیا ہے لیکن ماہر کی رائے ہے کہ اس کینواس پر سرے سے کبھی کوئی تصویر ہی نہیں بنائی گئی۔ صرف سیاہ رنگ پھیرا گیا ہے۔!"

"جس کے قبضے سے وہ فریم برآمد ہوا ہے.... اُس سے پوچھو....!"

"وہ کہتا ہے کہ اس نے گاڑی کے ڈکے میں پینٹنگ ہی رکھی تھی اور اُس کا خیال ہے کہ عمران نے پہلے ہی تصویر غائب کر کے دوسرا فریم ڈکے میں رکھ دیا ہوگا کیونکہ اس کی گاڑی انٹر کون کے شیڈ نمبر ستائیس میں کھڑی رہتی تھی۔!"

"عمران کیوں غائب کرنے لگا....؟"

"ملزم کا خیال ہے کہ عمران اُس سے لاکھوں ڈالر کما سکتا ہے۔!"

"بکواس.... کھلی ہوئی بکواس.... اگر عمران ایسا کر سکتا ہے تو میں بھی کر سکتا ہوں اور تم بھی کر سکتے ہو۔!"

"بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا ہو....؟"

"یہ خوش فہمی نہیں حقیقت ہے۔!"

"ملزم کا خیال ہے کہ جب تک عمران کا ٹکراؤ اس سے نہیں ہوا تھا اُسے پینٹنگ کی قدر و قیمت کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ وہ اُسے شیمر اں کی جھک سمجھتا رہا تھا۔!"

"اور میک ہاور نے اُسے پینٹنگ کی قدر و قیمت سے آگاہ کر دیا تھا۔!" سر سلطان نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ یہی کہتا ہے۔!"

"جھک مارتا ہے لیکن اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔!"

"پینٹنگ کی واپسی....!"

"ایک ملزم میرے ایک آدمی کے خلاف کوئی بیان دیتا ہے اور تم اُس پر یقین کر لیتے ہو۔ کیا ثبوت ہے تمہارے یا اس کے پاس کہ پینٹنگ عمران ہی نے غائب کی ہے۔!"

"بات نہ بڑھاؤ سلطان.... صرف تمہارے خیال سے دوستانہ انداز میں اس مسئلے کو طے کرنا

چاہتا ہوں۔ ورنہ براہِ راست بھی کارروائی کر سکتا تھا۔!"

"تو میں اسے دھمکی سمجھوں....؟"

"نہیں ڈیئر.... اس بات کا انداز بھی دوستانہ ہی ہے۔!"

"یعنی.... اب کیا چاہتے ہو....؟"

"بہت چالاک ہو۔!" دوسری طرف سے ہنسنے کی آواز آئی۔ پھر ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔

"عمران سے کہو کہ وہ فوٹوگراف ہی ہمارے حوالے کر دے۔!"

"کون سے فوٹوگراف....!"

"اُس پینٹنگ کے۔!"

"مجھے ایسے کسی فوٹوگراف کا علم نہیں ہے۔!"

"اُس سے پوچھو....!"

"اگر وہ کسی سے اس کا اعتراف کر چکا ہے تو مجھ سے بھی جھوٹ نہیں بولے گا۔!"

"وہ میک ہاور سے اس کا اعتراف کر چکا ہے۔!"

"پھر وہی میک ہاور....!" سر سلطان بھنا کر بولے۔

"تم عمران کو ٹٹولنے کی کوشش کرو....!"

"خیر میں دیکھوں گا۔ بائی بائی...." کہہ کر سر سلطان نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اُن کی آنکھوں پر تشویش کے آثار تھے لیکن انہوں نے عمران سے فون پر رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ اس کی بجائے اپنے پرسنل اسسٹنٹ کو اُس کی تلاش پر مامور کیا تھا۔ لہٰذا قریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ اُن کے ریٹائرنگ روم میں بیٹھا نظر آیا۔

سر سلطان اُسے اپنی اور آئی۔ ایس۔ آئی کے ڈائریکٹر جنرل کی گفتگو کے بارے میں بتا رہے تھے۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پینٹنگ جہاں بھی ہے محفوظ ہے۔!" عمران پُر تفکر لہجے میں بولا۔

"اگر کسی نے میک ہاور کے پاس سے بھی تصویر غائب کر دی ہے تو اُس کی جگہ اسی قسم کا دوسرا فریم رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔!" سر سلطان نے کہا۔

"اپنی اپنی افتادِ طبع ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر میں اُس پینٹنگ کو پار کرتا تو اُس کی جگہ ایک مردہ بطخ رکھ دیتا مقصد میک ہاور کو چڑھانے کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔!"

"تم پھر بہکنے لگے۔!"

"فی الحال یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ حرکت اُسے چڑھانے ہی کے لئے کی گئی تھی۔!"

"مغربی جرمنی کے کسی ایجنٹ کی حرکت ہوسکتی ہے....؟" سر سلطان نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"ساری دنیا کو اُس پینٹنگ سے دلچسپی ہوسکتی ہے کیونکہ اُسکا تعلق ہٹلر کے کلکشن سے تھا۔"

"خیر.... ہاں تو اب تم فوٹوگراف کی بات کرو۔!"

"آپ بھی ادھر اُدھر والوں کی باتوں میں آگئے۔!"

"مجھ سے اڑنے کی کوشش کررہے ہو۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے جب تم نے مجھے سردار گڈھ سے کال کر کے اس ہنگامے کے بارے میں بتاتے ہوئے اُس نامعلوم آدمی کے مطالبے کو دہرایا تھا۔ تو میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم اُس تصویر سے متعلق کسی نتیجے پر پہنچے ہو۔ اس کا جواب تم نے یہ دیا تھا کہ نتیجے کا علم تمہیں محکمے کی لیبارٹری تک پہنچے بغیر نہیں ہوسکتا۔ آخر کس بناء پر تم نے یہ بات کہی تھی۔ اور یجنل پینٹنگ اُس وقت تمہارے قبضے میں تو نہیں تھی۔!"

"آپ تو میرے والد صاحب سے بھی زیادہ خوفناک ہوتے جارہے ہیں۔!" عمران بے بسی سے بولا۔

"فوٹوگراف اپنے پاس رکھ کر کیا کرو گے....؟" سر سلطان نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"اُسے ٹرافی سمجھ کر رکھوں گا۔!"

"فضول بات....!"

"دیکھئے جناب! پینٹنگ کا معمہ حل کئے بغیر فوٹوگرافس کو آفیشل ریکارڈ میں بھی نہیں رکھوں گا۔ میں نے صرف آپ سے اعتراف کیا ہے کہ پینٹنگ کے فوٹوگراف میں نے لئے تھے۔!"

"آئی ایس آئی....؟"

"اس کی فکر نہ کیجئے۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اُن ہی کی غفلت کی بناء پر پینٹنگ بھی ہاتھ سے گئی۔!"

"کیا میک ہاور غلط کہتا ہے کہ تم نے اُس سے اعتراف کیا تھا۔!"

"بکواس کرتا ہے۔ دراصل میجر فہیم سے پینٹنگ حاصل کر لینے کے بعد ہی اُسے خیال آیا ہوگا

کہ کہیں میں نے اُس کے فوٹو گراف تو نہیں لئے۔!"

"ہاں یہ ممکن ہے۔!" سر سلطان نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر چونک کر بولے۔ "آخر یہ قصہ فارن پریس تک کیسے پہنچا تھا....؟"

"اس قصے کو اب ختم کر دیجئے تو بہتر ہی ہوگا۔!"

"کیوں....؟"

"یہ غلطی ایک ایسے فرد سے سرزد ہوئی تھی جس کو پینٹنگ کی اہمیت کا علم نہیں تھا۔!"

"کس کی بات کر رہے ہو....؟"

"شیمراں کی سیکریٹری میریا کی۔ اُس نے ایک غیر ملکی پریس کے نمائندے کو صرف یہ بتایا تھا کہ پینٹنگ کس قسم کی تھی اور حیرت ظاہر کی تھی کہ ایک گھٹیا سی پینٹنگ کے لئے اتنا ہنگامہ ہو گیا۔!"

"ٹھیک ہے تو اس سلسلے میں اب خاموشی ہی اختیار کرنی چاہئے۔!" سر سلطان سر ہلا کر بولے۔

"اب تو یہ دیکھنا ہے کہ تیسری پارٹی کون ہے جس نے میک ہاور کو بھی چوٹ دے دی۔!" عمران نے کہا۔

"اُوہ.... اُس کا کیا ہوا جس کے خلاف تم نے شبہہ ظاہر کیا تھا کہ وہ روزا یا لگریو کا آدمی بھی ہو سکتا ہے۔!"

"اُس پر بھی خاک ڈالئے۔ کوئی بہت اہم آدمی نہیں ہے۔ اُس نے مجھ سے اعتراف کر لیا ہے کہ وہ شیمراں کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے دراصل روزا ہی کے لئے کام کر رہا تھا اور مقصد اُسی پینٹنگ کی تلاش کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔!"

"تو اب تم تیسری پارٹی کے لئے کیا سوچ رہے ہو....؟"

"میرے خیال سے اب ہمیں تو آرام ہی کرنا چاہئے۔ آئی ایس آئی والوں ہی کو تیر مارنے دیجئے۔!"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔!"

"تو پھر بتایئے کیا ہم تیسری پارٹی کے لئے تلاش گمشدہ کا اشتہار شائع کرائیں گے۔ ہاں اگر اُس تیسری پارٹی کے سر میں بھی فوٹو گراف کا سودا سمایا تو مجھ سے ضرور ٹکرائے گی۔ اُسی وقت دیکھا جائے گا۔!"

"یہ کوئی جاسوسی ناول نہیں تصنیف ہو رہا ہے۔ سمجھے۔!" سر سلطان آنکھیں نکال کر غرائے۔

"سمجھ گیا جناب.... لیکن آپ یہ تو دیکھئے کہ یہ قصہ کسی جاسوسی ناول ہی کی طرح شروع ہوا

ہے۔ ہونہہ.... گدھی.... اور اُس کا بچہ.... بہرام اور اُن کی خالہ۔!"

"اُس فوٹوگراف پر کب کام شروع کرو گے۔!"

"ذرا دم لینے دیجئے جناب....!"

سر سلطان اُسے گھورتے رہے کچھ بولے نہیں۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ "میجر نعیم، اُس پینٹنگ کے شیڈز میں کسی قسم کے نقشے کی جھلک نظر آئی تھی اسی لئے وہ اسے ذاتی تجربے میں لے گیا تھا۔!"

"کیا تمہارے لئے ہوئے فوٹوگراف میں بھی....؟"

"ابھی اُن کی بات نہ کیجئے۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"کیوں....؟" سر سلطان نے پھر آنکھیں نکالیں۔

"اُن کی بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اسپائی کیمرے سے مائیکرو فلم پر جلدی میں عکس لئے تھے اور ہماری لیبارٹری میں فی الحال وہ سٹف موجود نہیں ہے جس کے ذریعے اُسے بڑے انلارجمنٹ کے قابل ڈیولپ کیا جاسکے۔!"

"اسٹف کہاں سے آئے گا۔!"

"آجائے گا بے فکر رہئے اور اگر کوئی آپ سے میرے بارے میں کچھ پوچھے تو اُس کا کوئی واضح جواب ہرگز نہ دیجئے۔ اسی طرح میں تیسری پارٹی پر بھی ہاتھ ڈال سکوں گا۔!"

"تو میں جنرل سے کہہ دوں کہ تمہیں کسی فوٹوگراف کے وجود کا علم نہیں۔!"

"بالکل کہہ دیجئے۔!"

"اور اگر تم براہِ راست گھیرے گئے تو....؟"

"نتیجے کا خود ذمہ دار ہوں گا۔!"

"دشواری میں پڑ جاؤ گے۔!"

"بہت دنوں سے کسی خاص دشواری میں نہیں پڑا ہوں۔ اس لئے پڑنے کو جی چاہتا ہے۔!"

"اچھا اب دفع ہو جاؤ۔!" سر سلطان ہاتھ ہلا کر بولے اور عمران ڈھٹائی سے ہنستا ہوا اٹھ گیا۔



ساحل سمندر کے ایک ویران اور دور افتادہ حصے میں بڑا سا الاؤ روشن تھا۔ جس کے گرد پانچ سفید فام غیر ملکی بیٹھے گا بجا رہے تھے۔ اُن میں دو لڑکیاں تھیں اور تین مرد۔ چہرے

سگریٹ بھی پھونکے جارہے تھے۔ لڑکیاں خوش شکل اور تندرست تھیں۔ مرد بھی توانا اور جوان العمر ہی تھے۔ عام ہپیوں کی طرح گندے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ بال ضرور بڑھا رکھے تھے لیکن اُن کے لباس یا جسم میلے نہیں تھے۔

اُن میں سے ایک گٹار بجا رہا تھا اور دونوں لڑکیاں ہم آہنگ ہو کر کچھ گا رہی تھیں۔

دفعتاً کسی طرف سے ایک اور ہپی نمودار ہوا۔ جو ایک بڑا سا پارسل بغل میں دبائے ہوئے تھا۔ اُسے دیکھ کر لڑکیاں خاموش ہوگئیں اور گیٹار بھی تھم گیا۔

"کیا خبر ہے....؟" ایک ہپی نے نووارد سے سوال کیا۔

"سب ٹھیک ہے یہ دیکھو....!" اُس نے پارسل کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر انہیں دکھاتے ہوئے کہا اور پھر اُس پر سے کاغذ کی تہیں اُتارنے لگا۔

اس کے بعد وہ اس پینٹنگ کو بڑی دلچسپی سے دیکھنے لگے تھے۔ جو کاغذ کی تہوں کے نیچے سے برآمد ہوئی تھی۔

"کیا گدھی ہے اور کیا بچہ ہے.... واہ....!" ایک لڑکی چہکاری۔

"دیکھ چکے....؟" نووارد ہپی نے پوچھا۔

اور سب نے بیک آواز اثبات میں جواب دیا۔ پھر نووارد نے وہ پینٹنگ بھڑکتے ہوئے الاؤ میں ڈال دی۔ شعلے کچھ اور بلند ہوگئے اور ایک لڑکی گدھی کی طرح رینکنے لگی۔ بقیہ افراد زور زور سے قہقہے لگا رہے تھے.... شعلے بھڑکتے رہے اور لڑکی رینکتی رہی۔

"رینکے جاؤ۔!" ایک ہپی بولا۔ "لیکن ہم میں سے کوئی بھی تمہارا بچہ بننے پر تیار نہیں ہوگا۔!"

"تم سب میرے بچے ہو۔!" لڑکی نے جواب دیا۔

اور وہ خاموش ہو کر اُس پینٹنگ کو راکھ ہوتے دیکھتے رہے۔

"میک ہاور پکڑ لیا گیا۔!" نووارد ہپی نے اطلاع دی۔

"جہنم میں جائے۔!" دوسرے نے جواب دیا۔ "ہم نے قصہ ہی ختم کردیا۔!"

"لیکن میرا خیال ہے کہ قصہ ختم نہیں ہوا....!"

"کیا مطلب....؟"

"میں نے سنا ہے کہ جس نے شیمر اں کے یہاں سے پینٹنگ برآمد کی تھی اس نے اس کو سرکاری تحویل میں دینے سے پہلے اُس کے فوٹو لے لئے تھے۔ اُس سے وہ فوٹو طلب کئے گئے اُس

نے سرے سے انکار کر دیا کہ اُس نے پینٹنگ کے فوٹو بھی لئے تھے۔!"

"پینٹنگ علی عمران نے بر آمد کی تھی۔!" دوسرا اچی بولا۔

"اسی لئے تو خدشہ ہے کہ فوٹو ضرور لئے گئے ہوں گے۔!"

"اُس سے بعید نہیں ہے۔!"

"اگر یہ بات ہے تو میں اس سے نپٹ لوں گی۔!" ایک لڑکی بولی۔

"تم اس کے قریب بھی نہیں جاؤ گی۔ مرسی ڈارلنگ!" نووارد اچی نے کہا۔

"کیوں....؟" اُس نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"وہ ایک ریٹل اسنیک ہے۔ پہلے جھنجھنا بجا کر محظوظ کرتا ہے پھر اچانک ڈس لیتا ہے۔!"

"میں دیکھوں گی۔!"

"تمہاری مرضی.... میں نے آگاہ کر دیا۔!"

"یہ ضروری ہے کہ ہم اُسے فوٹو گراف سمیت فنا کر دیں۔!" دوسرا اچی بولا۔

"کوشش تو یہی ہونی چاہئے۔!" نووارد نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"بتاؤ وہ کہاں ملے گا۔!" لڑکی نے پُر عزم لہجے میں پوچھا۔

"یہی بتانا تو مشکل ہے کہ وہ کہاں ملے گا۔ وہ تمہارے بس کا نہیں ہے۔ مرسیانا....!"

"ابھی تک تو ایسا کوئی مرد میری نظر سے نہیں گزرا جو میرے بس کا نہ ہو۔!" مرسیانا فخریہ انداز میں بولی۔

"اچھی بات ہے۔ تو میں اُس کے فلیٹ کا پتا لکھ کر تمہیں دے رہا ہوں لیکن یاد رہے کہ یہ اپنی ذمہ داری پر کرو گی۔ ہمیں ہدایت کی گئی تھی کہ یہاں اپنے دوران قیام میں حتی الامکان اُس کا سامنا کرنے سے گریز کریں۔!"

"پھر فوٹو گراف کے حصول کی کیا صورت ہو گی....؟" مرسیانا نے پوچھا۔

"یہی تو سمجھ میں نہیں آرہا میں سوچ رہا ہوں کہ اس سلسلے میں خصوصی ہدایات حاصل کئے بغیر کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔!"

"تم ہدایات حاصل کرتے رہو۔ میں تم سب سے بالکل الگ ہوئی جاتی ہوں اور اس دوران میں تم سے کوئی رابطہ نہیں رکھوں گی۔ اپنے طور پر کروں گی یہ کام....!"

کوئی کچھ نہ بولا۔

پھر مرسیانا نے اُس سے عمران کا پتا لیا اور اپنا تھیلا اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور وہاں سے چل پڑی۔
تقریباً دو فرلانگ پیدل چل کر اُس جگہ پہنچی جہاں متعدد چوبی جھونپڑوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ایک جھونپڑے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور کیروسین لیمپ روشن کر دیا۔ یہاں ایک بستر دو کرسیاں اور ایک چھوٹی سی میز پڑی ہوئی تھی۔ بستر کے نیچے ایک سوٹ کیس بھی نظر آ رہا تھا۔
اُس نے ہپیوں والا لباس اُتار کر ڈھنگ کے کپڑے پہنے اور بالوں کو سلیقے سے سنوارنے لگی۔
تھوڑی دیر بعد جھونپڑے سے برآمد ہوئی۔ اس بار سوٹ کیس اُس کے ہاتھ میں تھا۔ پھر پیدل ہی چلتی ہوئی ساحلی تفریح گاہ کے اس حصے میں پہنچی جہاں گاڑیاں پارک کی جاتی تھیں۔ ایک لمبی سی گاڑی کے دروازے کا قفل کھولا اور سوٹ کیس پچھلی سیٹ پر رکھ دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ اُسی گاڑی کو ڈرائیو کرتی ہوئی شہر کی طرف لے جا رہی تھی۔



عمران کو اب اس پارٹی کی تلاش تھی۔ جس نے میک ہاور کو بھی چوٹ دی تھی۔ لیکن یہ تلاش ایسی ہی تھی جیسے کوئی خلاء میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہو۔ تیسری پارٹی نے کوئی اپنا اتا پتا چھوڑا تھا کہ وہ جا کر کسی کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیتا۔ میک ہاور کی گاڑی کے ڈکے میں جو فریم چھوڑ گئے تھے اُس پر تو کسی کی انگلیوں کے نشانات تک بھی نہیں ملے تھے۔ لہٰذا اب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ عمران اُسی جگہ کے چکر لگاتا رہتا جہاں میک ہاور اپنی گاڑی پارک کرتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ فریموں کی تبدیلی کی کارروائی یہیں ہوئی ہو۔ لیکن ضروری نہیں تھا کہ فریم تبدیل کرنے والا بھی انٹر کون ہی میں مقیم رہا ہو۔
بہر حال اصول کے مطابق تفتیش کی ابتداء یہیں سے ہو سکتی تھی۔ لہٰذا جھک مارتا پھر رہا تھا۔ یعنی اس وقت خواہ مخواہ انٹر کون کے ریکریشن ہال میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے کوشش ہی کہنا چاہئے کیونکہ گیٹ پر خاصی بھیڑ تھی۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے کسی مار دھاڑ سے بھرپور فلم شو پر چونی والوں نے رش کیا ہو۔ دراصل آج یہاں کیبرے یعنی نیم عریاں رقص کا پروگرام تھا۔
اسی بھیڑ بھاڑ میں اچانک کوئی پوری قوت سے آ ٹکرایا اور پھر اُس کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈال کر جھول بھی گیا۔ وہ تو سمجھا تھا کہ جھول گیا ہے لیکن آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ جھول گئی ہے۔ عمران کی گردن پر گرفت مضبوط تھی اور اُس کی آنکھیں بند تھیں گھنگھریالے خوش نما بال شانوں پر لہرا رہے تھے۔ کسی مغربی ملک کی معلوم ہوتی تھی۔

"کیا ہوا.... کیا ہوا....؟" چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں اور لوگ اُن کے قریب
سے ہٹنے لگے۔

"ارے صاحب سنبھالیئے.... ورنہ نیچے گر جائے گی۔!" کسی نے عمران کو للکارا.... اور وہ
مچ احمقانہ انداز میں منہ پھاڑ کر اس غیر ملکی لڑکی کو دیکھنے لگا جو اُس کی گردن میں جھول کر بے ہوش
ہو گئی تھی۔

"اوہ.... خدا کی پناہ.... آپ شائد بہت زیادہ نروس ہو گئے ہیں۔!" کسی نے قریب ہی سے
کہا۔ "کمر میں ہاتھ دے کر سنبھالیئے.... ورنہ وہ آئی نیچے۔!"

اور عمران نے بڑی سعادت مندی سے اس مشورے پر عمل کیا۔ بات بھی پلے پڑ گئی تھی۔
یعنی وہ لوگ اُس اجنبی لڑکی کو اُسی کی ساتھی سمجھ رہے تھے۔

"اسے ہاتھوں پر اٹھایئے جناب.... آپ تو بہت بھولے معلوم ہوتے ہیں۔!" کسی نے اس کا
شانہ تھپک کر کہا۔

"اوہ جی ہاں....!" عمران بوکھلا کر بولا اور پھر اس مشورے پر بھی عمل کرنا ہی پڑا تھا۔

"کیا یونہی کھڑے رہیں گے۔!" اُس نے پھر ہمدرد کی آواز سنی اور لڑکی کو ہاتھوں پر اٹھائے
ہوئے اس کی طرف گھوم گیا۔

"میرا مطلب ہے کلینک کی طرف لے چلیئے۔!" اُس نے کہا۔ یہ ایک معمر اور بے حد نفاست
پسند آدمی تھا۔

"م.... میں نہیں جانتا.... کدھر ہے۔!" عمران ہکلایا۔

"میرے ساتھ آیئے۔!"

اس دوران میں عمران بھانت بھانت کی بولیاں سنتا رہا تھا جیسے ہی وہ بوڑھے کے ساتھ چلنے
کے لئے آگے بڑھا لوگ اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔

ہوٹل ہی کی عمارت میں واقع کلینک تک پہنچنے کے لئے زیادہ نہیں چلنا پڑا تھا۔ ڈاکٹر موجود
تھا۔ عمران نے لڑکی کو معائنے کی میز پر لٹا دیا۔ معمر آدمی اب بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔

"کیا پہلے بھی ایسا کوئی دورہ پڑ چکا ہے....؟" ڈاکٹر نے عمران سے پوچھا۔

"پپ.... پتا نہیں....!" عمران نے ہونقوں کی طرح جواب دیا۔

"تم واقعی بہت نروس معلوم ہوتے ہو۔!" معمر آدمی نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔ "ورنہ اتنا

کوئی خاص بات نہیں.... کبھی کبھی بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے بھی ایسا ہو جاتا ہے۔!"

"اللہ جانے....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

ڈاکٹر لڑکی کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کر رہا تھا۔ ادھر بوڑھے کی نظر عمران کے چہرے پر تھی اور عمران کا چہرہ حماقتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔!

"کیا دوستی زیادہ پرانی نہیں ہے....؟" اچانک اس نے پوچھا۔

"میری تو عقل ہی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔!" عمران بولا۔

"گھبرانے کی بات نہیں ہے.... کہاں رہتے ہو....؟"

"بکرامنڈی میں....!"

"اُوہ....!" بوڑھے کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر اُس نے سنبھل کر پوچھا۔ "کیا کرتے ہو؟"

"مویشیوں کی آڑھت....!"

"اس سے کیسے دوستی ہوئی تھی۔!"

"ہوش میں آکر خود ہی بتائے گی۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اُوہ! شائد آپ بُرا مان گئے....؟"

"بُرا ماننے کی بات ہی ہے جناب....!" عمران نتھنے پھلا کر بولا۔ "اگر میں بکروں کی آڑھت کرتا ہوں تو آپ حیرت سے پوچھتے ہیں کہ اس سے کیسے دوستی ہوئی تھی۔ ارے کیا میں بکرے اپنے گلے میں لٹکائے پھرتا ہوں کہ دوستی نہ ہو سکتی۔!"

"واقعی آپ بُرا مان گئے....!" بوڑھا ہنس کر بولا۔

"بکرا میرا جذباتی مسئلہ ہے۔!"

"لیکن زندہ دل معلوم ہوتے ہیں....؟" بوڑھے نے کہا۔

"زندہ دل نہ ہوتا تو یہ اسی طرح گردن میں جھول جاتی۔!"

"میں نہیں سمجھا....؟"

"وہی ہوش میں آکر سمجھائے گی۔!"

"بہت بہتر جناب میں چلا۔!" بوڑھے نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ "مجھے کیا....؟"

اُس کے ٹل جانے پر عمران نے طویل سانس لی اور ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگا جو لڑکی کے بازو میں کوئی دوا انجکٹ کر رہا تھا۔

پھر وہ عمران کی طرف مڑ کر بولا۔ ''آپ بیٹھ جائیے.... کم از کم دس منٹ ضرور لگیں گے میری دانست میں یہ نروس نس کا دورہ تھا۔!''

''پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔!'' عمران بولا۔ اب تو وہ گلے پڑ ہی گئی تھی۔ پھر وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ نامعلوم پارٹی بھی اُس میں دلچسپی لے سکتی ہے اور ہو سکتا ہے اُس نے بھی پینٹنگ کے فوٹو گراف کے بارے میں سوچا ہو۔ لہٰذا اس واقعے کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ دیکھنا چاہئے کہ ہوش میں آنے کے بعد لڑکی کا رویہ کیا ہوتا ہے۔!

''آپ واقعی بکروں کی آڑھت کرتے ہیں....؟'' ڈاکٹر نے تھوڑی دیر بعد عمران سے پوچھا۔

''ہرگز نہیں جناب وہ تو میں اُن بڑے میاں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ میرا فارورڈنگ اور کلیرنگ کا کاروبار ہے۔!''

''خوب.... خوب....!'' ڈاکٹر مسکرا کر رہ گیا۔

اُدھر لڑکی کے جسم میں حرکت ہوئی تھی۔ پھر وہ اچانک کراہ کر اٹھ بیٹھی اور بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف نظر دوڑائی۔ پھر میز سے اُترتی ہوئی چیخنے لگی۔ ''میرا بیگ.. میرا بیگ۔!''

''اُوہ.. ٹھہریئے.. بیٹھی رہیے۔!'' ڈاکٹر آگے بڑھ کر بولا۔ ''آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔!''

''وہ میرا بیگ چھین لے گیا۔''

''کون....؟'' عمران نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

''میں نہیں جانتی.... اُس نے میرا بازو پکڑا تھا.... اور بیگ چھین لیا تھا۔ بازو پکڑتے ہی ایسا لگا تھا جیسے بازو میں سوئی چبھ گئی ہو۔ پھر مجھے کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا لیکن میرا بیگ؟''

''کس بازو کی بات کر رہی ہیں....؟''

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بولی۔ ''چبھن تو دونوں بازوؤں میں محسوس ہو رہی ہے۔!''

''اس بازو میں تو میں نے انجکشن دیا ہے.... دوسرا بازو کھولئے۔!''

''میں کہتی ہوں میرا بیگ....؟''

''جس نے چھینا تھا وہ اب یہاں تو نہ ہوگا۔!'' عمران نے کہا۔

اور وہ عمران کو غور سے دیکھتی ہوئی اپنا دوسرا بازو کھولنے لگی۔

''ہاں.... یہاں کوئی چیز چبھی تھی۔!'' ڈاکٹر بازو پر ایک جگہ انگلی رکھ کر بولا۔

''میرا بیگ.... میری ساری رقم اُسی میں تھی۔!''

''اُوہ تو چلو پولیس کو اطلاع دیں ہم یہاں کیا کر رہے ہیں۔!'' عمران نے اپنا پرس نکالتے ہوئے کہا

ڈاکٹر کا بل ادا کر کے وہ کلینک سے نکلے اور لڑکی نے پوچھا۔ "تم کون ہو....؟"

"کوئی بھی نہیں.... یعنی کہ وہ.... یعنی کہ تم بے ہوش ہو کر میری گردن میں جھول گئی تھیں۔ وہ لوگ سمجھے شائد تم میرے ساتھ ہو۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ اگر وہ ڈاکو پکڑا نہ گیا تو مجھے خود کو مفلس سمجھنا چاہئے۔!"

"کیا وہیں اُسی بھیڑ میں تھا۔!" عمران نے پوچھا۔

"وہیں اُسی بھیڑ میں تھا۔ خدا اُسے غارت کرے۔!"

"کیا کہیں باہر سے آئی ہو....؟"

"نیوزی لینڈ سے.... بغرض سیاحت.... ساری رقم اُسی بیگ میں تھی کچھ نقد اور کچھ ٹریولز چیک کی شکل میں۔ پورے دس ہزار ڈالر تھے۔!"

"کہاں قیام ہے....؟"

"رونیک میں.... اب کیا ہو گا....؟"

"فی الحال رپورٹ کر دینی چاہئے۔!"

"اُس سے کیا ہو گا۔ کیا میری رقم فوری طور پر مل جائے گی۔!"

"کچھ حلیہ وغیرہ بتاؤ اُس آدمی کا....!"

"میں اُسے پوری طرح دیکھ ہی نہیں سکی تھی۔!"

"تب پھر پولیس بھی کچھ نہ کر سکے گی۔ لیکن رپورٹ تو کر ہی دینی چاہئے۔!"

عمران نے قریبی پولیس اسٹیشن پر اس واقعے کی رپورٹ درج کرائی تھی اور لڑکی سے کہا تھا کہ وہ اُسے اُس کے ہوٹل تک چھوڑ آئے گا۔

"چلو.... لیکن اب میں کیا کروں گی.... بالکل مفلس ہو گئی ہوں۔!"

"تنہا آئی ہو....؟"

"بالکل....اور یہاں کسی کو جانتی بھی نہیں۔!"

"نیوزی لینڈ میں اپنے بینک سے رجوع کرو۔!"

"کسی کروڑ پتی کی بیٹی نہیں ہوں۔ ایک فرم میں ملازم ہوں۔ جو رقم پس انداز کی تھی ساری کی ساری نکلوا کر اس سفر پر نکل کھڑی ہوئی تھی۔!"

"فی الحال کچھ رقم مجھ سے لے لو....!"

"یہاں تم پہلے آدمی ہو جس سے مجبوراً اپنے نجی معاملات کے بارے میں گفتگو کر رہی ہوں۔!"

"کوئی بات نہیں.... آدمی کو آدمی کے کام آنا چاہئے۔!" عمران نے کہا۔ "فی الحال میں تمہیں پانچ سو روپے دے سکتا ہوں۔ جو پچاس ڈالر کے برابر ہوں گے۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح تمہارا شکریہ ادا کروں۔!"

"اس کی ضرورت نہیں.... ٹکٹ تو واپسی ہی کا لیا ہوگا....؟"

"ہاں ٹورسٹس کو لینا ہی پڑتا ہے۔!"

"کہو تو اسی وقت واپسی کے لئے سیٹ بھی بک کرادوں....؟"

"نہیں.... میں رک کر کچھ انتظار کرنا چاہتی ہوں۔ شائد میری رقم واپس ہی مل جائے۔!"

"اُمید نہیں ہے.... ویسے اگر تم انٹر کون ہی میں مقیم ہوتیں تو ہوٹل کے کارکنوں کو تمہارے نقصان کا کچھ نہ کچھ ازالہ تو کرنا ہی پڑتا۔!"

"مجھے تمہارا ملک بہت پسند آیا تھا.... کچھ دن یہاں گزارنا چاہتی تھی۔ لیکن بڑا دھوکا کھایا... یہاں کی اخلاقی قدروں کے بارے میں پتا نہیں کیا کیا پڑھ رکھا تھا اور اُس پر ایمان لے آئی تھی۔!"

"تم نے بہت دیر کردی آنے میں.. مغرب کی کمینگیاں تم سے پہلے ہی یہاں پہنچ گئی تھیں۔!"

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو.... تمہارا اپنا اب کیا رہا ہے۔ صرف رنگت کا فرق ہے۔ ورنہ ساری دنیا میں لوگ ایک جیسے ہوگئے ہیں۔ سب مستقبل سے مایوس ہیں اور ایک دوسرے کا گلا کاٹتے رہتے ہیں۔!"

"بات اب معاشی سیاست کیطرف جارہی ہے۔ اسلئے میں معافی چاہتا ہوں۔ کوئی اور بات کرو۔!"

"حیرت ہے میں نے تو یہاں ہر چہار سمت سیاست ہی کی باتیں سُنی ہیں۔ تم کیوں ان سے بھاگ رہے ہو۔!"

"میں دوسری قسم کا آدمی ہوں.... الفاظ میرا پیٹ نہیں بھر سکتے۔!"

"خیر ختم کرو.... اُوہ شائد ہم رونیک پہنچ گئے۔!"

"گاڑی رونیک کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ عمران اُسے پارکنگ لاٹ کیطرف لیتا چلا گیا۔"

"کچھ دیر ٹھہرو گے میرے ساتھ....!" لڑکی نے پوچھا۔

"کیا یہ ضروری ہے....؟"

لڑکی نے سر گھمایا اور اُسے غور سے دیکھنے لگی۔ عمران انجن کو ریز دے کر سوئچ آف کر

جارہا تھا۔

"اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو....!" اُس نے سوئچ آف کر کے پوچھا۔

"تم عجیب آدمی ہو.... نہ تم نے ابھی تک اپنا نام بتایا اور نہ میرا پوچھا۔!"

"تمہارا نام اُسی وقت معلوم ہو گیا تھا جب تم پولیس اسٹیشن پر رپورٹ درج کرا رہی تھیں۔ انہوں نے میرا نام اور پتا بھی معلوم کیا تھا تم نے بھی سن لیا ہو گا۔!"

"میں بہت پریشان تھی۔ مجھے تو اب یہ بھی یاد نہیں کہ کس طرح رپورٹ لکھوائی تھی۔!"

"میرا نام علی عمران ہے۔!"

"کیا کرتے ہو....؟"

"بکروں کی آڑھت....!"

"میں نہیں سمجھی....؟"

"مٹن کے لئے بکروں کی تجارت....!"

"اوہ کیٹل فارمنگ....!"

"ہاں یہی سمجھ لو....!"

"تو اُترو.... چلو میرے کمرے میں....!"

"میں تمہیں یہیں پانچ سو روپے دے کر بھاگ جانا چاہتا ہوں۔!"

"کیوں....؟ یہ کیا بات ہوئی....!"

"جتنی بھی اخلاقی قدریں یہاں باقی بچی ہیں انہیں زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔!"

وہ زور سے ہنس پڑی اور پھر بولی۔ "تم وہاں پہنچ کر بھی شرافت کا مظاہرہ کر سکتے ہو۔!"

"تاکہ تم اپنے ملک میں جا کر کہہ سکو کہ اتنے بیہودہ لوگ ہیں کہ خوب صورتی سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔!"

"اوہ.... چلو بہت زیادہ چالاک بننے کی ضرورت نہیں....؟" وہ بے تکلفی سے اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی۔

عمران سوچ رہا تھا کہ آخر وہ اُسی کی گردن میں کیوں جھول گئی تھی۔ وہاں اور لوگ بھی تھے۔ بہر حال وہ اس حد تک غیر محتاط نہیں ہونا چاہتا تھا کہ اُس کے ساتھ اس کے کمرے تک چلا جاتا۔ لیکن وہ تو سر ہو رہی تھی۔ اُس نے اپنے پرس سے پانچ سو کے نوٹ نکالے اور اُس طرف بڑھاتا

ہوا بولا۔ "لو یہ رکھو.... اور ساتھ ہی میرا کارڈ بھی ہے۔ نیوزی لینڈ پہنچ کر واپس کر دینا۔!"

"مجھے نہیں چاہئے.... میں بھکارن نہیں ہوں۔!" وہ بگڑ کر بولی۔ "اپنے سفارت خانے سے رجوع کروں گی اور میری مالی مشکلات رفع ہو جائیں گی۔!"

"پہلے تو تم نے میری اس پیش کش پر شکریہ ادا کیا تھا۔!"

"اب تم میری توہین کر رہے ہو.... میری پیش کش کو ٹھکرا رہے ہو۔!"

"میں مجبور ہوں.... مرسیانا.... میری ممی کو پتا چل گیا تو بہت ماریں گی۔!"

"یہ کیا بکواس ہے....!" وہ بگڑ کر بولی۔

"یقین کرو....!" عمران گھگھیایا۔ "مجھے بچپن سے سبق پڑھایا گیا ہے کہ کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملو۔ تم نے اس کے بارے میں پڑھا ہوگا کہ ہمارے یہاں مردوں اور عورتوں کے درمیان کم از کم ایک جوتے کا فاصلہ ضرور ہوتا ہے۔!"

"تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔!"

"اصل میں رات کو میری عقل خبط ہو جاتی ہے کل صبح کو میں تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔ تم یہ رقم رکھ لو۔ سفارتخانہ فوری طور پر تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔!"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے.... اچھی بات ہے کل ضرور آنا۔ میں دس بجے تمہارا انتظار کروں گی۔ کمرہ نمبر چوبیس ہے۔!"

وہ گاڑی سے اُتر کر ہوٹل کی عمارت میں داخل ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد عمران ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ سے صفدر کو مرسیانا سے متعلق ہدایات دے رہا تھا۔ "رونیک کے کمرہ نمبر چوبیس میں مقیم ہے۔ اسی وقت سے نگرانی شروع کر دو۔ تمہیں دیکھنا ہے کہ وہ تنہا ہی ہے یا کوئی اور بھی ہے اُس کے ساتھ۔ بہر حال ملنے جلنے والوں پر خصوصیت سے نظر رکھنی ہے۔!"

"آخر بات کیا ہے....؟" دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔ "آپ مجھ سے صرف لڑکیوں کی نگرانی کرا رہے ہیں۔!"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا.... شائد تمہارے ستارے ہی گردش میں آگئے ہیں۔!"

"نگرانی میں کرتا ہوں اور آخر میں وہ آپ کے ساتھ بیٹھی نظر آتی ہیں۔!"

"خدا کا شکر ادا کرو کہ نتائج کے ذمہ دار خود نہیں ہوتے۔!"

"بہت بہتر میں دیکھوں گا۔!"

عمران نے رابطہ منقطع کر دیا اور بوتھ سے باہر نکلا ہی تھا کہ کسی نے سر کے پچھلے حصے پر زوردار ضرب لگائی۔ آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ اس کے باوجود بھی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے پلٹ پڑا لیکن دوسری ضرب شانے پر پڑی اور اندھیری رات پر مزید اندھیرا مسلط ہوتا چلا گیا۔



دوبارہ ہوش میں آتے ہی اس نے آنکھیں نہیں کھول دی تھیں کیونکہ شعور کی پہلی ہی لہر نے اس کے کانوں میں کچھ آوازیں پہنچائی تھیں۔ کوئی کسی سے کہہ رہا تھا۔ "تم جھوٹ بول رہی ہو۔ شیراں کی بیوہ کا رول تمہیں نے ادا کیا تھا۔!"

لہجہ غیر ملکی تھا اور یہ جملہ انگلش میں ادا کیا گیا تھا۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم لوگ کس قسم کی بکواس کر رہے ہو۔!"

یہ نسوانی آواز تھی۔ عمران کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ کیونکہ یہ تو اُسی لڑکی مرسیانا کی آواز تھی جسے وہ رونیک میں چھوڑ آیا تھا۔ وہ بدستور آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ آنکھیں کھولنے سے قبل ہی کسی حد تک حالات کا اندازہ کر لینا چاہتا تھا۔

"تم لوگ غیر قانونی طور پر مجھے یہاں لائے ہو۔!" مرسیانا کی آواز آئی۔ "تمہیں اس کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ پہلے میرا ہینڈ بیگ چھینا اور پھر ریوالور دکھا کر یہاں لے آئے آخر تم لوگ کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟"

"ذرا اسے ہوش آ لینے دو.... پھر ہم تمہیں سب کچھ بتائیں گے۔!" اسے جواب دیا گیا۔

"اس بیچارے نے تو میری مدد کی تھی۔!" مرسیانا بولی۔

"اب تم اس بیچارے کی مدد کر دینا۔ یاد رکھو اگر تم دونوں نے زبان نہ کھولی تو تمہیں مرنا پڑے گا۔!"

"خداوندا میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔!" مرسیانا بے بسی سے بولی۔

"اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرو....!" تیسری آواز سنائی دی.... اور اب عمران ہوش میں آنے کے لئے تیار ہو گیا۔ دو تین بار ہی گال تھپتھپائے گئے تھے کہ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ننگے فرش پر چت پڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک آنکھوں کو اس طرح سکوڑتا اور پھیلاتا رہا جیسے کچھ دکھائی ہی نہ دے رہا ہو۔ حالانکہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ مرسیانا ایک اسٹول پر بیٹھی ہوئی تھی اور تین سفید فام آدمی مختلف جگہوں پر کھڑے ہوئے تھے۔ ایک کے ہاتھوں میں ریوالور بھی دکھائی

دیا جس کا رخ اُسی کی جانب تھا۔

کچھ دیر بعد وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور ساتھ ہی ریوالور والے کو کہتے سنا۔ ''بس جہاں ہو وہیں رہو۔ ورنہ کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔!''

عمران اپنے دکھتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ شانے میں بھی تکلیف محسوس کر رہا تھا۔

''یہ کیا قصہ ہے۔۔۔۔؟'' دفعتاً مرسیانا نے اُس سے پوچھا۔

''میں کیا جانوں۔۔۔۔ میں تو شائد۔۔۔۔ شائد۔۔۔۔ ارے تو کیا میں سو رہا تھا۔!'' عمران احمقانہ انداز میں بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے صفدر سے مرسیانا کی نگرانی کرنے کو کہا تھا۔ اگر اُس کے یہاں لائے جانے سے پہلے ہی رونیک پہنچ گیا ہوگا تو شائد یہاں تک بھی ساتھ لگا چلا آیا ہو۔

''تم جب یہاں آئی ہو تو میں کہاں تھا۔۔۔۔؟'' عمران نے مرسیانا سے سوال کیا۔

''تم یہاں نہیں تھے۔ میرے بعد لائے گئے ہو۔!''

عمران ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ شائد صفدر مناسب وقت پر نہ پہنچ سکا ہو۔ اُس نے سوچا اور سر کے دکھتے ہوئے حصے کو ٹٹولنے لگا۔

''ہاں۔۔۔۔ بس ختم کرو۔!'' ریوالور والے نے انہیں للکارا۔ ''بتاؤ وہ پینٹنگ کہاں ہے؟ باؤل دے سوف۔۔۔۔!''

''کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میک ہاور کی تیرہ بختی نے اُس پر سیاہی پھیر دی۔!'' عمران سر ہلا کر بولا۔

''بکواس ہے۔۔ وہ تمہاری حرکت تھی۔ تم اُسکی نگرانی کر رہے تھے۔ کیا تمہیں اس سے انکار ہے؟''

''قطعی نہیں۔۔۔۔!''

''کیا تم نے اُس کی گاڑی کے ڈکے سے پینٹنگ ہٹا کر دوسرا فریم نہیں رکھ دیا تھا۔!''

''دوسرا فریم رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا میک ہاور سے میرا کوئی مذاق کا رشتہ تھا۔!''

''تم لوگوں کو متحیر کر دینے کے عادی ہو۔!''

''صرف دوستوں کو۔۔ دشمنوں کو نہیں۔ مگر تم لوگ کون ہو اور تمہیں اس پینٹنگ سے کیا سروکار؟''

''میک ہاور تنہا تو نہیں تھا۔!''

''اوہ۔۔۔۔ تو تم اُس کے ساتھی ہو۔۔۔۔؟''

اُن میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔ کبھی وہ عمران کو دیکھتے تھے اور کبھی مرسیانا کو۔۔۔۔ آخر ریوالور والے نے کہا۔ ''کیا یہ وہی لڑکی نہیں ہے جس نے مسز شیمرن کا رول ادا کیا تھا۔!''

"ہرگز نہیں.... یہ بیچاری تو ایک مصیبت زدہ سیاح ہے جس سے چند گھنٹے پیشتر انٹرکون میں ملاقات ہوئی تھی۔ کوئی اس کا ہینڈ بیگ چھین لے گیا۔ جس میں دس ہزار ڈالر تھے۔!"

"پھر وہ کون تھی....؟"

"وہ بھی ایک بیچاری ہی تھی۔ اُس سے معقول معاوضے پر کام لیا گیا اور پھر چھٹی دے دی گئی تھی۔!"

"وہ اب کہاں ہے....؟"

"میں نہیں جانتا.... کہہ رہی تھی کہ جلد ہی سوئٹزرلینڈ چلی جاؤں گی۔ وہاں اُس کی خالہ نے مونچھ اگانے کا پلانٹ لگا رکھا ہے۔!"

"ہم تمہیں چھلنی کر کے رکھ دیں گے ورنہ وہ پینٹنگ ہمارے حوالے کر دو....!"

یک بیک عمران خوف زدہ نظر آنے لگا۔ مرسیانا ہونقوں کی طرح ایک ایک کی شکل تک رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے چند پاگلوں کے درمیان پھنس گئی ہو۔

"یقین کرو.... ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔!" ریوالور والا غرایا۔

"ٹھیک ہے تم مجھے گولی مار دو.... جس چیز کے لئے میں نے اتنی محنت کی ہے اُسے مفت تو نہیں دے سکتا۔!"

"اوہ.... تو سودا کرو گے....؟"

"بالکل...وہ شیمر اس کی ملکیت تھی۔ تمہاری نہیں کہ تم مجھ سے اس طرح وصول کر لو گے۔!"

"کیا قیمت لو گے....؟"

"کم از کم تیس ہزار ڈالر....!"

"یہ بہت زیادہ ہے۔!"

"اس سے کم پر میں بات کرنے کو تیار نہیں۔!"

"ہم دس ہزار ڈالر دے سکتے ہیں۔!"

"دس ہزار میں تو کتیا بھی دودھ پلانے پر نہ تیار ہو گی۔!"

"واقعی تمہاری موت آگئی ہے۔!"

"آنے دو....!" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"آخر قصہ کیا ہے۔!" مرسیانا بولی۔ "یہ کیسی سودے بازی ہو رہی ہے اور میں کیوں بیچ میں گھسیٹی گئی ہوں۔!"

"تم خاموش رہو۔!" ایک غیر ملکی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"میں کیوں خاموش رہوں.... مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔!"

"اس کے ساتھ دیکھ کر غلط فہمی ہو گئی تھی۔ تمہیں واپس بھجوا دیا جائے گا۔!"

"تو کیا یہ کوئی بد معاش آدمی ہے۔!" عمران کی طرف انگلی اٹھا کر اس نے پوچھا۔

"اول درجے کا....!" جواب ملا۔

"اوہ تب تو وہ اسی کا کوئی گرگا رہا ہوگا۔ جو میرا بیگ چھین لے گیا۔!"

"ہو سکتا ہے۔!"

عمران احمقانہ انداز میں کبھی مرسیانا کی شکل دیکھنے لگتا تھا اور کبھی اُس کے مخاطب کی۔

"کیا واقعی تم مرنا ہی چاہتے ہو....؟" ریوالور والے نے عمران سے کہا۔

"دس ہزار میں سودا کرنے سے تو مر جانا ہی بہتر ہوگا۔!" عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا

پھر کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ وہ تینوں ہی کسی سوچ میں تھے۔ آخر ان میں سے ایک بولا۔ "اگر ہم تمہاری منہ مانگی قیمت پر تیار ہی ہو جائیں تو کیا صورت ہو گی۔!"

"اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے۔!" عمران نے خوش ہو کر کہا۔

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ پہلے ہم تمہیں آزاد کر دیں پھر کہیں کسی جگہ یہ سودا ہو جائے۔!"

"ظاہر ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم چوٹ نہیں دے جاؤ گے۔!"

"کوئی ضمانت نہیں ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"ضامن تیسری پارٹی ہوتی ہے اور اتفاق سے کوئی تیسری پارٹی موجود نہیں ہے۔ غیر قانونی سودے آپس کے اعتماد پر طے پاتے ہیں۔!"

"ہمیں تم پر اعتماد نہیں ہے۔!"

"تب پھر سودا ہونے کی بھی کوئی صورت نہیں۔!"

"اُوہ تم بھی کن باتوں میں پڑے ہو۔!" تیسرا آدمی غصیلے لہجے میں بولا۔ "تشدد کرو ابھی اگل دے گا۔ پینٹنگ اس نے کہاں چھپائی ہے۔!"

"یہ بھی بے حد معقول تجویز ہے۔!" عمران مسکرا کر بولا۔ "یہ دونوں تو بالکل ہی نامعقول

ہوتے ہیں۔ خواہ مخواہ اتنا وقت برباد کیا۔!"

وہ ابھی تک فرش پر آلتھی پالتھی مارے بیٹھا تھا۔ دفعتاً تیسرے آدمی نے جھپٹ کر اسکے چہرے پر ٹھوکر رسید کرنی چاہی لیکن عمران غافل نہیں تھا۔ چھیڑ چھاڑ اسی لئے کی تھی کہ کچھ شروع ہو جائے۔ بائیں کروٹ گر کر اُس نے اُس کی اٹھی ہوئی ٹانگ تھامی اور اپنی ٹانگوں پر رکھ کر ریوالور والے کی طرف اچھال دیا۔ پلک جھپکتے ہی تیسرا آدمی ریوالور والے سے ٹکرایا۔ ریوالور چل گیا۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی کمرے کی محدود فضا میں ایک چیخ بھی گونجی تھی۔ مرسیانا اچھل کر ایک میز پر چڑھ گئی۔

اتنے میں عمران دوسرے آدمی پر ٹوٹ پڑا۔ ریوالور والا فرش سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا اس بار عمران نے دوسرے آدمی کو بھی اُسی پر دے مارا۔

اِدھر یہ ہو رہا تھا اور اُدھر مرسیانا کی نظریں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ غالباً اُسے خدشہ تھا کہ کہیں کوئی چوتھا آدمی بھی نہ نمودار ہو جائے۔

لیکن ایسا نہ ہوا۔ اتنی دیر میں عمران کی کئی ٹھوکریں اُن دونوں کے سروں پر بھی پڑ چکی تھیں اور وہ بے حس و حرکت ہو گئے تھے۔

"اب بھاگو یہاں سے۔!" مرسیانا میز سے اُترتی ہوئی بولی۔

"کیا واقعی تم مجھے بدمعاش سمجھتی ہو....؟"

"بدمعاش سے بھی کچھ زیادہ.... تم نے اتنے کم وقت میں جو کچھ بھی کیا ہے میں نے آج تک مار دھاڑ کی کسی فلم میں بھی نہیں دیکھا۔!"

"میں ایک ذمہ دار آدمی ہوں....!" عمران نے کہا اور جیب سے رومال نکال کر فرش پر پڑے ہوئے ریوالور پر ڈال دیا۔ پھر اُسے احتیاط سے اٹھا کر رومال ہی میں لپیٹا اور جیب میں رکھ لیا۔

"اچھا بدمعاش نہیں ہو.... تب بھی یہاں سے نکلو۔!"

اُس کمرے سے نکل کر عمران نے دروازہ باہر سے بولٹ کر دیا۔ کمرے میں یہی ایک دروازہ تھا۔ دو کھڑکیاں بھی تھیں اور اُن میں گرل لگی ہوئی تھی۔ لہٰذا ہوش آنے پر بھی وہ دونوں کمرے سے نہیں نکل سکتے تھے۔ تیسرے آدمی کے سینے میں گولی لگی تھی اور وہ مر چکا تھا۔

"لل.... لیکن وہ.... ایک شائد مر چکا ہے۔!" مرسیانا نے کہا۔

"اپنے ساتھی ہی کی گولی سے مرا ہے۔!"

"لیکن اب یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔!"

"پوری عمارت کو دیکھ رہا ہوں۔ بہر حال کوئی چوتھا آدمی موجود نہیں ہے۔!"

"میرا خیال ہے کہ یہی صدر دروازہ ہے۔!" مرسیانا راہداری کے سرے پر رکتی ہوئی بولی۔

"ہاں.... اُسے بند رہنے دو.... اور اب آؤ میرے ساتھ۔!"

"پتا نہیں تم کیا کرتے پھر رہے ہو....!"

"فکر نہ کرو.... اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔!"

"لیکن یہاں ہمارے ساتھ ایک لاش بھی ہے۔!"

"اُسی کا انتظام کرنے جا رہا ہوں!" عمران نے کہا اور پھر وہ اُس کمرے میں آ رکے جہاں فون رکھا ہوا تھا۔

عمران نے اُس پر آئی ایس آئی کے کیپٹن برلاس کے نمبر ڈائیل کئے اور گھڑی دیکھنے لگا۔ رات کے گیارہ بجے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے ریسیور اٹھنے کی آواز آئی۔

"ہیلو....!" نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ "برلاس اسپیکنگ....!"

"علی عمران.... اگر سو گئے تھے تو اٹھ جاؤ۔ میک ہاور کے تین ساتھی اور ہاتھ لگے ہیں اور ان میں سے ایک مر چکا ہے۔!"

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں....؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتا لیکن اس فون کے نمبر تمہیں بتاتا ہوں اُسی سے جگہ معلوم کرو اور پہنچ جاؤ۔ دروازے پر دستک دینی پڑے گی۔!"

"نمبر بتایئے۔!"

عمران نے جھک کر نمبر دیکھے اور اُسے بتانے لگا۔!

"میں پہنچ رہا ہوں۔!" دوسری طرف سے کہا گیا اور رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ عمران ریسیور رکھ کر مرسیانا کی طرف مڑا جو حیرت سے اُسے دیکھے جا رہی تھی۔

"تم کسے کال کر رہے تھے....؟" اُس نے پوچھا۔

"دوسرے ذمہ دار آدمی کو جو اُنہیں آ کر سنبھالے گا۔!"

"کتنی دیر میں آئے گا.... یہاں میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"کچھ دیر اور صبر کرو۔ بیٹھ جاؤ.. میں کچن میں جا کر دیکھتا ہوں۔ شائد کچھ پینے پلانے کو مل جائے"

"میں بھی چلوں گی.... تنہا نہیں رہنا چاہتی۔!"

"چلو بھئی.... کیا ضروری تھا کہ یہ کم بخت تمہیں بھی پکڑ لاتے۔!"

"تمہیں کیوں پکڑ لائے تھے۔ کسی پینٹنگ کا قصہ تھا۔!"

اور عمران نہ جانے کس موڈ میں تھا کہ اُسے تصویر کا قصہ سنانے لگا۔ دونوں کچن میں آئے۔ عمران نے فریج کھولا.... اُس میں بیئر کی بوتلیں موجود تھیں۔!

مرسیانا کے لئے بیئر انڈیلی اور خود بیٹھا طرح طرح کے منہ بناتا رہا۔!

"کیا تم نہیں پیو گے۔!" اُس نے پوچھا۔

"میں صرف ٹھنڈا پانی پیتا ہوں اور فی الحال اُس کی بھی احتیاج نہیں ہے۔!"

"ہاں تو آخر وہ تصویر کیسی ہے۔ جس کے لئے یہ سارا ہنگامہ ہو گیا۔!"

"خدا جانے....!" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اور وہ تصویر تمہارے قبضے میں ہے....؟"

"ہرگز نہیں! میں نہیں جانتا کہ اُسے کون لے گیا۔ وہ تو میں وقت گزاری کر رہا تھا کہ کسی مرحلے پر حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔!"

"تم حیرت انگیز طور پر پھرتیلے ہو۔!"

"کبھی کبھی سنک جاتا ہوں۔ ورنہ مجھ سے زیادہ ڈھیلا ڈھالا آدمی آج تک پیدا ہی نہیں ہوا۔!"

"بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے۔ کتنی معصومیت پائی جاتی ہے تمہاری آنکھوں میں۔!"

"زیادہ تعریف مت کرو.... ورنہ شرما جاؤں گا۔!" عمران نے کہا انداز سے ایسا ہی لگتا تھا جیسے سچ مچ شرم آ رہی ہو۔

وہ اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی اور بیئر پیتی رہی۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ پینٹنگ کیسی ہے....؟"

"گدھی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے اُس پینٹنگ میں۔!"

"کسی بہت بڑے آرٹسٹ کی ہو گی۔!"

"خدا جانے... آرٹسٹ نے لزارب دستخط کئے ہیں۔ لیکن میں نے آج تک یہ نام نہیں سنا۔!"

"میں نے بھی نہیں سنا۔!" مرسیانا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "ہو سکتا ہے کوئی جرمن مصور ہو۔ جرمنوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔!"

"میں معلوم کر چکا ہوں۔ اس نام کا کوئی قابل ذکر مصور جرمنی میں کبھی نہیں تھا۔!"

دفعتاً کال بل کی آواز سے پوری عمارت گونج اٹھی اور عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "شائد وہ آ گئے"

مرسیانا اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔ صدر دروازے کے قریب پہنچ کر عمران نے اونچی آواز میں پوچھا۔ "کون ہے....؟"

"کیپٹن برلاس....!" باہر سے آواز آئی اور عمران نے دروازہ کھول دیا۔



سر سلطان اپنے بنگلے کے برآمدے میں بیٹھے شام کا ایک اخبار دیکھ رہے تھے کہ ایک میانہ سالڑکا پھاٹک پر آکر کھڑا ہو گیا اور سنتری سے الجھ پڑا کہ وہ اندر جائے گا۔ سنتری اُسے دھمکا رہا تھا کہ سر سلطان کی نظر پڑ گئی اور انہوں نے سنتری کو اشارہ کیا کہ اسے اندر آنے دے۔ لڑکا بارہ تیرہ سال سے زیادہ کا نہ رہا ہو گا۔ وہ سر سلطان کی طرف بڑھتا چلا آیا اور قریب پہنچ کر اُن کی جانب ایک لفافہ بڑھاتا ہوا بولا۔ "صاحب نے کہا تھا کہ پانچ روپے ملیں گے۔!"

"کن صاحب نے....؟"

"میں نہیں جانتا....!"

سر سلطان نے لفافہ اس سے لے کر کسی ملازم کو آواز دی اور اس کے آنے پر لڑکے کو پانچ روپے دے دینے کو کہتے ہوئے اندر چلے آئے۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر لفافہ چاک کیا۔ یہ خط عمران کی طرف سے تھا۔ اُس نے لکھا تھا "میں تو فون پر بھی آپ سے گفتگو نہیں کر سکتا کہ ٹیپ کیا جا رہا ہے۔ آئی ایس آئی والے میری اور آپ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اس وقت بھی ایک آدمی آپ کے بنگلے کے قریب موجود ہے۔ بہرحال میں نے تیاری مکمل کر لی ہے۔ آپ شلوار سوٹ پہن کر کمپاؤنڈ کے عقبی دروازے سے دوسری طرف نکل جائیے۔ کچھ دور پیدل چلنے کے بعد شاہجہان روڈ پر پہنچیں گے۔ وہاں سے ایک ٹیکسی پکڑیئے اور مندرجہ ذیل پتہ پر پہنچ جائیے۔ فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا ملے گا۔!"

سر سلطان نے خط پڑھ کر بُرا سا منہ بنایا اور پھر انہیں آئی ایس آئی والوں پر غصہ آ گیا۔ انہوں نے سوچا عمران جو کچھ بھی کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے۔ بہرحال انہوں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔

قریباً نصف گھنٹے بعد الفردوس کے اٹھارویں فلیٹ میں داخل ہوئے۔ وہاں عمران کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

"کیوں میری مٹی پلید کر رہا ہے نالائق....!" وہ اُسے گھونسہ دکھا کر بولے۔

"شلوار سوٹ میں بھی شاندار لگتے ہیں۔!" عمران نے مسکرا کر کہا۔

"چلو جلدی کرو.... کیا ہے....؟"

"میں نے تصویر کا سلائیڈ تیار کرالیا ہے۔ سلائیڈ پروجیکٹر پر دکھاؤں گا۔!"

"جو کچھ کرنا ہے جلدی کرو.... آفس کے بعد مجھ میں بیٹھنے کی بھی سکت نہیں رہتی۔!"

عمران انہیں دوسرے کمرے میں لایا۔ یہاں ایک دیوار پر چھوٹا سا اسکرین لگا ہوا تھا اور اس کے سامنے ہی پروجیکٹر رکھا نظر آرہا تھا۔

عمران نے پردے کھینچ کر کمرے میں اندھیرا کر دیا اور پروجیکٹر کی روشنی اسکرین پر پڑنے لگی۔

اُس نے سلائیڈ لگاتے ہوئے کہا۔ "درشن کیجئے گدھی اور اُس کے بچے کا۔!"

"ہوں....!" سر سلطان پُر تفکر لہجے میں بولے۔ "مجھے تو اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ بس سیدھی سادھی تصویر ہے۔!"

"اب میں اسی پر دوسرا اسلائیڈ لگانے جارہا ہوں تاکہ اصل چیز سامنے آجائے یعنی وہ سب کچھ جو شیڈز میں چھپا ہوا ہے۔"

"یہ کیا ہے....؟" سر سلطان چونک کر بولے۔

"نقشہ.... کہیں کا نقشہ.... بتایئے تو کہاں کا ہے.... بڑا نقشہ گدھی سے برآمد ہوا ہے اور اور چھوٹا نقشہ بچے سے۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتا.... کہاں کا نقشہ ہے۔!"

"برازیل کا.... تصویر پر جو لزارب لکھا ہوا ہے وہ مصور کے دستخط نہیں ہیں لزارب کو الٹ دیجئے برازیل ہو جائے گا۔!"

"خدا کی پناہ.... لیکن اس کا مطلب کیا ہے....؟"

"میں نے اصلیت آپ پر واضح کر دی۔ ابھی مطلب پر غور نہیں کیا۔ میرا خیال ہے کہ جو نقشہ بچے سے تعلق رکھتا ہے مطلب اُسی میں پوشیدہ ہو سکتا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"بچے والے نقشے پر سر کھپانا پڑے گا۔!"

"میں پھر نہیں سمجھا....؟"

"یہ بھی بہر حال نقشہ ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ برازیل ہی کے کسی حصے کا ہوگا۔!"

"ہو سکتا ہے....!"

"لیکن کس حصے کا.... تفصیلی مطالعہ کرنا پڑے گا۔!"

"اس کے باوجود بھی بات آگے نہیں بڑھ سکتی۔ آخر مقصد کیا ہے ان نقشوں کا۔ انہیں تصویر میں کیوں چھپایا گیا ہے....؟"

"میں نے عرض کیا نا کہ تفصیلی مطالعے ہی سے بات بنے گی۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر یہ بات سنی گئی تھی کہ برازیل میں بھی نازیوں کی ایک تنظیم مصروف عمل تھی۔ شائد وہاں سے ہٹلر شمالی امریکہ کے ممالک پر ضرب لگانا چاہتا تھا۔!"

"اُوہ....اچھا....یاد آیا....!"

"ڈھکی چھپی تنظیم تھی۔ جسے ہٹلر وسعت دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اسے وقت نہ مل سکا۔ اس سے پہلے ہی خودکشی کر لینی پڑی تھی۔ بہر حال شیمر اس اس پینٹنگ کو ہٹلر کے ایک مفرور جنرل تک پہنچانا چاہتا تھا۔ اس کا یہی مطلب ہوا کہ ہٹلر نے اُس تنظیم کے وجود کو بے حد خفیہ رکھا تھا۔ حتیٰ کہ اُس کے جنرلوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا۔ تبھی تو یہ نقشہ اتنی رازداری سے ایک جنرل تک پہنچایا جانے والا تھا۔ ہٹلر چاہتا تھا کہ نازی تنظیم اس کے بعد بھی زندہ رہے۔!"

"تم نے بڑا کام کیا....؟" سر سلطان طویل سانس لے کر بولے۔ "اب میں سوچوں گا کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔!"

"لیکن اصل تصویر ہمارے قبضے میں نہیں ہے۔!" عمران بولا۔ "جس کے پاس بھی ہے شائد وہ ہم سے پہلے ہی کچھ کر گزرے۔!"

"ضروری تو نہیں ہے کہ وہ بھی اس معمے کو حل کر لینے میں کامیاب ہو جائے۔!"

"اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا....!"

"سوال یہ ہے کہ اگر ہم نے یہ معمہ حل کر لیا تو اس سے ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا۔!"

"اب آپ نے بات کی ہے سرکاری نقطۂ نظر سے۔!"

"نہیں تم خود بتاؤ۔ آخر ہم اپنی انرجی کیوں ضائع کریں۔ تصویر ہمارے قبضے میں آکر نکل گئی جس کے بھی ہاتھ لگی ہو۔!"

"دراصل اب یہ میری ذاتی دلچسپی کی چیز بن گئی ہے۔!"

"لہٰذا اب تم اس پر سرکاری وقت اور سرکاری رقم ضائع نہیں کرو گے۔!"

"آپ کو یہی کہنا چاہئے۔!"

"لیکن تم اس کے برخلاف سوچ رہے ہو.....!" سر سلطان غرائے۔

"میں تو فی الحال کچھ بھی نہیں سوچ رہا۔!"

"میرا تو یہ وقت بھی ضائع ہوا.....!" سر سلطان اٹھتے ہوئے بولے۔

"میں نے تو آپکے حکم کی تعمیل کی تھی۔ آپ وہ تصویر دیکھنا چاہتے تھے سود کھادی گئی آپ کو۔!"

"اب ختم کرو اس قصے کو اور یہ سلائیڈ آئی ایس آئی والوں کے حوالے کردو۔!"

"صرف سلائیڈ.... سلائیڈ کو کار آمد بنانے والے ذرائع میری اپنی محنت کا نتیجہ ہیں اور میں انہیں قطعی یہ نہیں بتا سکتا کہ میں نے اس تصویر میں کیا دیکھا ہے۔!"

"وہ اس راستے پر پہلے ہی لگ گئے تھے۔ ورنہ پینٹنگ میجر فہیم کی ذاتی تجربہ گاہ تک کیسے پہنچتی۔!"

"خیر ہوگا کچھ.... میں اس سلسلے میں انہیں کچھ بھی نہیں بتاؤں گا.... خود ہی سر ماریں۔!"

"ٹھیک ہے.... میں اس پر زور نہیں دوں گا۔!"

سر سلطان چلے گئے اور عمران فلیٹ ہی میں بیٹھا کسی سوچ میں گم رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد فون پر اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کیے۔ دوسری طرف سے سلیمان کی آواز آئی تھی۔

"میری کوئی کال تو نہیں آئی۔!" عمران نے پوچھا۔

"ذرا ہی دیر پہلے کاچاک تھانے کے انچارج کی کال آئی تھی۔ اُس نے آپ کو تھانے میں بلایا ہے۔ کسی کی کوئی چیز مل گئی ہے جو آپ کو موجودگی میں اُسے دی جائے گی۔!"

"اوہ اچھا.....!" عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے طویل سانس لی۔ پچھلی شام اُس نے مرسیانا کا بیگ چھینے جانے کی رپورٹ کاچاک ہی کے تھانے میں درج کرائی تھی۔ اس نے پروجیکٹر سلائیڈس سمیت ایک سوٹ کیس میں رکھا اور فلیٹ کو مقفل کر کے سوٹ کیس اٹھائے ہوئے گاڑی کے قریب آیا۔ سوٹ کیس کوڈ کے میں مقفل کر کے ادھر اُدھر نظر دوڑائی اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا۔ تھانے تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ مرسیانا یہاں موجود تھی۔ اُسے بھی طلب کر لیا گیا تھا۔

"ٹریولز چیک محفوظ ہیں۔!" اُس نے پر مسرت لہجے میں عمران کو اطلاع دی۔ "وہ بیگ کے خفیہ خانے میں رکھے ہوئے تھے۔ البتہ چار ہزار کیش غائب ہے۔!"

"مطلب یہ کہ چھ ہزار مل گئے۔!"

"ہاں.... میں بہت خوش ہوں۔!"

انچارج نے بتایا کہ بیگ انٹر کون ہی کے پائیں باغ ہی کے ایک حصے میں پڑا ہوا ملا تھا۔ عمران کی موجودگی میں بیگ مرسیانا کے حوالے کر دیا گیا۔

"اب تم میرے ساتھ چلو....!" مرسیانا نے عمران سے کہا۔ "کچھ دیر خوشی منائیں گے۔!"

"میرے پاس خوشی منانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔!"

"پھر بے تکی باتیں شروع کر دیں۔ ہاں اُن لوگوں کا کیا ہوا جن سے کل تمہارا ٹکراؤ ہوا تھا۔!"

"پتا نہیں! وہ لوگ جانیں جن کے سپرد انہیں کر آیا تھا۔!"

"تمہارا کیا عہدہ ہے۔!"

"میں کمیشن ایجنٹ ہوں۔ میرا کوئی عہدہ نہیں۔ وہ لوگ مجھ سے کام لیتے ہیں اور معاوضہ ادا کر دیتے ہیں۔!"

"فضول بات ہے...؟" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتاؤ.... مجھے کیا...؟"

"ہاں تو ہم یہ خوشی کہاں منائیں گے۔!"

"میرے ہوٹل چلو....!"

اور عمران بالآخر اس پر تیار ہو گیا تھا۔ وہ رونیک پہنچے اور مرسیانا نے روم سروس کو فون کر کے کمرے ہی میں کافی طلب کی۔

"تم آخر شراب کیوں نہیں پیتے....؟" مرسیانا نے عمران سے پوچھا۔

"میرا بس چلے تو ساری دنیا میں کسی کو بھی نہ پینے دوں۔!"

"آخر کیوں....؟"

"خدا نے انگور اس لئے پیدا کئے ہیں کہ ہم انہیں کھا کر جان بنائیں لیکن ہم اُن سے بلڈ پریشر اور السر کشید کرنے لگتے ہیں۔ ہے نا اول درجے کی بے وقوفی۔!"

"اپنی باتیں تم ہی سمجھو.... میرے پلے تو نہیں پڑتیں۔!"

اتنے میں روم سروس ویٹر کافی لے آیا تھا۔ مرسیانا کافی بنانے لگی اور عمران آرام کرسی پر پڑا سچ مچ اونگھتا رہا۔ کئی راتوں سے نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔

"ارے کیا سو گئے....؟" مرسیانا نے اونچی آواز میں اُسے مخاطب کیا اور وہ چونک پڑا۔

"کافی پیئو....!" وہ اُس کی طرف پیالی بڑھاتی ہوئی بولی۔

"او....ہاں....واقعی شائد سو ہی گیا تھا۔!"

"اُف فوہ....شائد میں بھی سو ہی رہی ہوں۔ یہ کھانے کا وقت تھا۔ میں نے کافی منگوالی۔!" مرسیانا نے کہا۔

م بھی تو آٹھ ہی بجے ہیں۔ میں رات کو کھانا گیارہ بجے سے پہلے نہیں کھاتا۔ ابھی کافی ہی چلے گی۔!"

دونوں کافی پیتے رہے۔ دفعتاً عمران چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ سر بری طرح چکرانے لگا تھا۔ پھر اُس نے دیکھا کہ مرسیانا کے ہاتھ سے کافی کی پیالی چھوٹ کر فرش پر آرہی اور خود وہ کرسی کے بائیں ہتھے پر جھول گئی ہے۔

"ارے....ارے....!" کہتا ہوا آگے بڑھا اور لڑکھڑا کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ بس اچانک ذہن اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

پھر ہوش آیا تو مرسیانا ہی اُسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر آوازیں دے رہی تھی۔

"میں اب ہرگز ہوش میں نہیں آؤں گا۔!" عمران آنکھیں کھولے بغیر دہاڑا۔ "جب سے تم ملی ہو ہسٹریا کا مریض ہو گیا ہوں۔!"

"خدا کے لئے اٹھو....آخر یہ سب کیا ہے....؟"

"ہو گا کچھ جہنم میں جائے۔!" اُس نے کہا اور ہاتھ پیر سکوڑ کر بائیں کروٹ پڑ رہا۔

"اُف....فوہ آنکھیں تو کھولو....اس وقت ہم ایک ایسے کمرے میں ہیں جس میں کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں ہے۔!"

"بہت اچھی بات ہے بھاگ نہیں سکیں گے۔!" عمران نے آنکھیں کھولے بغیر جواب دیا۔ "تم بھی چپ چاپ سو جاؤ۔!"

"تم عجیب آدمی ہو۔ میں مذاق نہیں کر رہی۔ پتا نہیں کون ہمیں یہاں اٹھا لایا ہے۔!"

"ہو گا کوئی مخبوط الحواس....فکر نہ کرو۔!"

"میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گی....ورنہ کھولو آنکھیں۔!"

پھر عمران اس طرح بوکھلا کر اٹھ بیٹھا جیسے سچ مچ اُس کی دھمکی پر یقین آگیا ہو۔!

حیران حیران آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا تھوک نگل کر بولا۔ "واقعی کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں ہے۔ پھر یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کہاں سے آرہی ہے۔!"

"ایئر کنڈیشنر لگا ہوا ہے۔!"

"بہت سمجھدار لوگ معلوم ہوتے ہیں۔!"

"کون لوگ....؟"

"ہوں گے کوئی....!"

"تمہیں فکر نہیں ہے....؟"

"فکر مندی عقل والوں کا وطیرہ ہے۔ میں تو ہوں ہی عقل سے پیدل۔ ویسے خدا غارت کرے اُس گدھی اور اس کے بچے کو۔ اسی سے متعلق کوئی نیا چکر ہو گا۔!"

"لیکن ہم تو ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے ہوئے کافی پی رہے تھے کیا اس کافی میں کچھ تھا۔!"

"میرے خیال سے بہت کچھ تھا اور شاید ہم اب بھی ہوش میں نہیں ہیں۔ ہوش میں ہوتے تو کم از کم اس کمرے کا دروازہ تو ضرور دکھائی دیتا۔!"

"تمہارے ساتھ میں بھی مصیبت میں پڑتی ہوں۔!"

"اسی لئے میں خوشی منانے کا قائل نہیں ہوں اور پھر کسی لڑکی کے کمرے میں۔!" عمران کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "خدا کی پناہ....!"

"ان باتوں سے کیا فائدہ....!"

"بہت فائدہ ہے۔ اگر پولیس اسٹیشن سے تم اپنی راہ لگتیں اور میں اپنی تو اس حال کو نہ پہنچتے۔"

"خیر ہو گئی غلطی.... اب کچھ سوچو....!"

"کیا سوچوں.... سوچنے کے لئے نہ کوئی کھڑکی ہے اور نہ دروازہ۔ ویسے تم اس وقت بہت حسین لگ رہی ہو۔!"

"پھر فضول باتیں شروع کر دیں۔!"

"شائد پہلی بار یہ فضول بات کی ہے۔!"

دفعتاً عجیب سی آواز کمرے میں گونجی اور بائیں جانب والی دیوار میں ایک دریچہ سا بن گیا۔ دونوں سنبھل کر بیٹھ گئے اور عمران آہستہ سے بولا۔ "اٹھو.... شائد اب نشہ کچھ کم ہو رہا ہے۔!"

"یہ کیا ہے....؟"

"شائد دروازہ ہے جو نشے کی زیادتی کی وجہ سے پہلے نہیں دکھائی دیا تھا۔!"

"ہر گز نہیں.... یہ پہلے تھا ہی نہیں۔!"

"نہیں تھا تو اب کہاں سے ہو گیا ہے۔ میں کہتا ہوں اٹھو اور نکل چلو۔!"

وہ ہچکچاہٹ کے ساتھ اٹھ گئی لیکن مضطربانہ انداز میں عمران کا بازو تھام لیا تھا۔

دریچے سے گزر کر ایک بڑے سے ہال میں پہنچے جہاں بہت ہی عمدہ قسم کا فرنیچر نظر آرہا تھا۔ لیکن عمران کی نظر تو اپنے پروجیکٹر پر جم کر رہ گئی تھی۔ جس پر اُس نے سر سلطان کو باؤل دے سوف کی سلائیڈز دکھائی تھیں۔

پھر قدموں کی چاپ سنائی دی اور ایک دیو ہیکل نیگرو اُن سے تھوڑے ہی فاصلے پر آرکا۔ چاروں دروازوں پر بھی ایک ایک مسلح نیگرو موجود تھا اور چاروں کی اسٹین گنیں انہی کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

"میرا نام مائیکل ہے۔!" قریب کھڑا ہوا نیگرو مسکرا کر بولا۔

"اور میرا عمران....!" عمران خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ "اور یہ مرسیانا ہیں۔!"

"تم اس سے کس نتیجے پر پہنچے ہو مسٹر عمران....!" مائیکل نے پروجیکٹر کی طرف اشارہ کیا۔

"ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔!"

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور ہاں ہمیں اس کا نگیٹو بھی چاہئے۔!"

"سلائیڈز تیار کرتے وقت نگیٹو ضائع ہو گیا تھا۔!"

"مسٹر عمران....!"

"چیخو نہیں.... میں سن رہا ہوں۔!"

"نگیٹو کے بغیر تمہاری گلو خلاصی نہیں ہو سکے گی۔ ہمیں بتاؤ کہ وہ کہاں ہے۔ ہم خود ہی حاصل کرلیں گے۔!"

"جل کر ہوا میں مل گیا.... حاصل کرلو....!"

"ہم میک ہاوریا اُس کے ساتھی نہیں ہیں۔ تم کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔!"

"میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ تم اُن سے مختلف ہو۔!"

"آخر تم اس مصیبت سے اپنا پیچھا کیوں نہیں چھڑاتے۔!" مرسیانا آہستہ سے بولی۔ لیکن عمران اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر نیگرو کو گھورتا رہا۔

"باؤل دے سوف کا انجام دیکھو گے....؟" نیگرو نے سوال کیا۔

"کیسا انجام....؟"

"ابھی دکھاتا ہوں۔!" اُس نے کہا اور قریب ہی رکھے ہوئے ایک ٹیلی ویژن سیٹ کا سوئچ آن کر دیا۔

اسکرین روشن ہوا.... اور پھر ساحل سمندر کا دھندلا سا منظر دکھائی دیا۔ کیمرہ ساحل پر گھومتا ہوا ایسی جگہ رک گیا جہاں ایک بڑا سا الاؤ روشن تھا اور جس کے گرد پانچ ہپی بیٹھے ہوئے تھے اُن کی آوازیں بھی سنائی دیں۔ وہ کچھ گا رہے تھے لیکن اُن کی شکلیں واضح نہیں تھیں۔ پھر چھٹا ہپی دکھائی دیا وہ کہیں سے آیا تھا اور اُس کی بغل میں ایک بڑا پارسل دبا ہوا تھا۔ اس نے اس پارسل کو کھولنا شروع کیا۔ آخر کار وہ پینٹنگ برآمد ہوئی۔ پینٹنگ کا کلوز اپ دکھایا گیا۔ بلاشبہ وہی پینٹنگ تھی۔ باؤل دے سوف اور پھر اُسے الاؤ میں ڈال دیا گیا۔ شعلے بلند ہوئے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے نذر آتش ہو گئی۔ نگرو نے ہاتھ بڑھا کر ٹی وی کا سوئچ آف کر دیا۔

"کیا خیال ہے....؟" وہ عمران کی طرف مڑ کر بولا۔

"خس کم جہاں پاک.... تم لوگوں نے بہت اچھا کیا۔ لیکن یہ کس پارٹی کے لوگ تھے۔!"

"ہماری پارٹی کے....!"

"سفید فام اُس گدھی پر جان دیئے دیتے تھے اور تم سیاہ فاموں نے اُسے آگ میں جھونک دیا!"

"ہم تمہیں بھی آگ میں جھونک دیں گے اگر نگیٹو ہمیں نہ ملا۔!"

"وہ پہلے ہی نذر آتش ہو چکا ہے یقین کرو....!"

"لڑکی تم ہی اسے سمجھاؤ۔!" نگرو نے مرسیانا سے کہا۔

"مجھے سمجھانے کے لئے یہ ابھی بہت کم عمر ہیں۔!" عمران نے مرسیانا کی طرف دیکھتے ہوئے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"اچھی بات ہے.... تو پھر نہیں کہا جا سکتا کہ تمہاری قید کی مدت کتنی طویل ہو گی۔!"

"ان ساری باتوں کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ اس پینٹنگ کی اہمیت سے واقف ہو۔!" عمران نے کہا۔

"ہم واقف ہیں اسی لئے اُسے ضائع کر دیا گیا۔ اگر نگیٹو بھی ہمیں نہ ملا تو یہاں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔!"

"یہاں سے مراد یہ ہال ہے یا تم میرے ملک کی بات کر رہے ہو....؟"

"میں تمہارے ملک کی بات کر رہا ہوں مسٹر عمران....!"

"تب تو دوسرا نگیٹو پیدا کرنا پڑے گا۔!"

"بات نہ بڑھاؤ.... یقین کرو نگیٹو ملنے کے بعد ہم تمہیں رہا کر دیں گے۔!"

"کیا تم سوچنے کے لئے کچھ وقت نہیں دے سکتے۔!" مرسیانا بول پڑی اور عمران چونک کر

اُسے دیکھنے لگا۔

"ممکن ہے.... جتنا وقت چاہو لے لو....!" نیگرو نے دریچے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "وہیں جاؤ اور بیٹھ کر سوچو....!"

عمران دریچے کی طرف بڑھا اور پھر بڑی پھرتی سے ایک چھوٹی گول میز اٹھائی اور اس بڑے سے گلوب پر کھینچ ماری جو ہال کے وسط میں روشن تھا۔ زبردست دھماکے کے ساتھ ہال میں اندھیرا چھا گیا۔

اس کے بعد وہ دیوار سے لگا ہوا قریبی دروازے کی طرف جھپٹا تھا۔

"خبردار... خبردار... جہاں ہو وہیں ٹھہرو۔!" نیگرو دہاڑا۔ "ورنہ فائرنگ شروع کر دی جائیگی۔!"

دروازے کے قریب کھڑے ہوئے مسلح نیگرو کا سر دیوار سے ٹکرایا تھا اور اُس کی اسٹین گن اچھل کر عمران کے سینے سے ٹکرائی تھی لیکن عمران نے اُسے فرش پر نہ گرنے دیا پھر دوسرے ہی لمحے میں دروازے سے نکل چکا تھا۔

مرسیانا کی ہذیانی سی چیخیں اندھیرے میں گونجتی رہیں۔ اسی دوران میں اسٹین گنوں سے دو تین برسٹ بھی مارے گئے تھے۔ لیکن شائد اُن کی نالیں چھت کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

عمران تاریک راہداری میں دیوار سے لگا ہوا تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک تیز قسم کی روشنی میں نہا گیا۔ آنکھیں اس طرح چندھیائیں کہ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ بڑی قوت والی سرچ لائٹ کا سامنا ہوا تھا۔ پھر اُس کے ہاتھ سے اسٹین گن بھی چھین لی گئی۔ پتا نہیں کیسی زہریلی روشنی تھی کہ آنکھیں ہی نہیں کھل رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دو جلتی ہوئی سلاخیں آنکھوں میں اُترتی چلی گئی ہوں۔ اس کی جگہ اور کوئی ہوتا تو جانوروں کی طرح چیخنے لگتا۔ اتنی ہی شدید تکلیف آنکھوں میں ہو رہی تھی۔ پھر وہ تکلیف پورے جسم میں پھیل گئی اور اتنی بڑھی کہ تکلیف کا احساس ہی ختم ہو گیا۔ ہر قسم کا احساس فنا ہو گیا تھا۔

لیکن ٹھنڈی ہوا کے جھونکے یا تو تھپک تھپک کر سلاتے ہیں یا اتنے تیز ہو جاتے ہیں کہ بہت گہری نیند بھی اچانک ٹوٹ جاتی ہے۔!

اُس کے ساتھ یہی ہوا چہرے پر یلغار کرنے والی تیز اور ٹھنڈی ہوا نے اُسے جگا دیا۔ سامنے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور وہ اپنی ہی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر قابل اعتراض حالت میں پڑا ہوا تھا۔ قابل اعتراض یوں کہ اسکے برابر ہی مرسیانا بھی پڑی ہوئی تھی۔ بوکھلا کر دروازہ کھولا اور گاڑی سے اتر آیا۔

گاڑی کے پہیے ساحل سمندر کی ریت میں دھنسے ہوئے تھے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں

طرف دیکھنے لگا۔ لیکن اس ویران ساحل پر اپنے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا۔

پتا نہیں کہاں لا پھینکا تھا کم بختوں نے۔ معلوم نہیں کون تھے؟ وہ پھر مرسیانا کی طرف متوجہ ہو گیا اور اب اس لفافے پر نظر پڑی جو مرسیانا کے قریب ہی سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ کچھ دیر تک اُس پر نظر جمائے کھڑا رہا۔ پھر آگے بڑھ کر اٹھالیا۔ لفافے سے برآمد ہونے والے پرچے پر تحریر تھا۔

"غالباً تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہم کیسے لوگ ہیں۔ تمہیں جب یا جہاں سے چاہیں گے اٹھالیں گے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اب اس نگیٹو کو ہر وقت جیب ہی میں رکھو۔!"

عمران جبڑے بھینچ کر تیزی سے سر سہلانے لگا۔ کنکھیوں سے مرسیانا کیطرف بھی دیکھے جا رہا تھا۔ اچانک اس کی آنکھیں بھی کھل گئیں اور سب سے پہلے شائد عمران ہی نظر آیا تھا۔ گرتی پڑتی گاڑی سے اُتر آئی اور عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر پاگلوں کے سے انداز میں پوچھا۔ "یہ سب کیا ہے؟"

"خود میری سمجھ میں بھی آگیا تو ضرور بتادوں گا۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"ہم یہاں کیسے پہنچے....؟"

"یہ بتانا بھی دشوار ہے۔ لیکن تم آسانی سے بتاسکو گی کہ پھر کس طرح میرے سر پر مسلط ہو گئیں۔ میں تو تمہیں وہیں چھوڑ بھاگا تھا۔!"

"اندھیرا ہوتے ہی جب فائرنگ شروع ہوئی تھی تو کسی نے میرا گلا گھونٹ دیا تھا۔ اُس کے بعد کیا ہوا۔ میں نہیں جانتی۔!"

"گاڑی کے پہیئے دیکھ رہی ہو۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں....!"

"کوشش کرو کہ یہ ریت سے نکل جائیں۔!"

"مم.... میں کیسے کوشش کروں....؟"

"تو پھر صبر کرو.... اس گاڑی کو کوئی کرین ہی ریت سے نکال سکے گا۔!"

مرسیانا ریت پر بیٹھ کر اس طرح ہانپنے لگی جیسے اب تک دوڑتی رہی ہو۔!

"تمہیں بھی کرین ہی اٹھائے گا۔!" عمران نے کہا اور آگے پانی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
